www.UrduFanz.com
2012
سازش کی موت

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

محمود' فاروق' فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

سازش کی موت

اشتیاق احمد

تحقیق واشاعت میں
ایک نیا ضابطہ

رابطہ

حقوق اشاعت محفوظ

ناشر:- رابطہ پبلی کیشنز
قیمت:- 18 روپے
پرنٹرز:- ایک پرنٹرز

رابطہ پبلی کیشنز

منیر مارکیٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

حدیث شریف

ترجمہ:- "حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دین (یعنی دین محمدی) ہمیشہ قائم رہے گا' اور اس کے باقی رکھنے کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ جہاد کرتی رہے گی' جب تک کہ قیامت قائم ہو (صحیح مسلم)"۔

ترجمہ:- "حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں کہ جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا (ان پانچ چیزوں میں) ایک یہ ہے کہ میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں' جس میں عرب و عجم سب برابر ہیں' اور مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے (مسند احمد و حکیم ترمذی)"۔

ترجمہ:- "حضرت علیؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی

گئیں' ایک یہ کہ مجھے بلا امتیاز کالے گورے (عرب و عجم کے) تمام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے (عسکری فی الامثال)"۔

ترجمہ۔ "حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلی کسی نبی کو نہیں دی گئیں' ان میں سے پہلی یہ ہے کہ میں تمام عالم کی طرف نبی ہو کر آیا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف پیغمبر ہو کر آتے تھے"۔

ترجمہ۔ "حضرت خالد بن معدانؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمام عالم والوں کی طرف بھیجا گیا ہوں"۔

ترجمہ۔ "حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مومنین کیلئے ہدایت (مسند احمد و معجم طبرانی کبیر)"۔

ترجمہ۔ "حضرت مسور بن مخرمہؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

کچھ باتیں

السلام علیکم!

آپ چونکے تو ضرور ہوں گے..... کہ دو باتیں کا عنوان بدل کر کچھ باتیں کیوں رکھ دیا گیا..... اس میں نہ تو چونکنے کی ضرورت ہے اور نہ اچھلنے کی..... یہ دو باتیں نہیں بلکہ کچھ باتیں ہیں..... دو باتیں آپ کے لئے اشتیاق احمد لکھا کرتے ہیں..... اور ہر ماہ ایک منی ناول میں' میں آپ سے کچھ باتیں کیا کروں گا..... آپ یقیناً "جھلا رہے ہوں گے..... تلملا رہے ہوں گے..... اور شاید یہ بات ہرگز نہ ہو..... آپ کی خدمت میں اشتیاق احمد کا منی ناول نئے انداز میں پیش کیا جا رہا ہے..... اس ناول میں آپ کو پرانے اشتیاق احمد کی جھلک ملے گی..... اور کہانی آپ کو مدتوں یاد رہے گی۔

انشاء اللہ اب ہر ماہ آپ کو اشتیاق احمد کا منی ناول بھی پڑھنے کو ملے گا..... ہے نا آپ کے لئے یہ ایک تحفہ..... ویسے بھی تحفے تحائف دینا اچھی بات ہے..... اب آئندہ منی ناول کا نام بھی سن لیں' بلکہ پڑھ لیں..... آئندہ ماہ آپ کی خدمت میں اشتیاق احمد کا منی ناول "حویلی کا مجرم" پیش کیا جائے گا۔

والسلام!

منصور احمد بٹ

خوبصورت انسان

زبیر ظہیر کے نام

جن کی باتیں بھی خوبصورت
ہوتی ہیں

1

ہوٹل نیو سٹار کے ہال میں ایک شخص تین بچوں کے ساتھ داخل ہوا۔
اس وقت ہوٹل نیو سٹار میں خان آباد کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تنویر بھی موجود تھا۔ اس کی نظریں ان چاروں پر جم گئیں..... ان دنوں یوں بھی خان آباد میں ہر نئے شخص کو شک کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا..... اس لئے کہ وہاں آئے دن بموں کے دھماکے ہو رہے تھے..... اور ابھی تک ایک مجرم بھی پکڑا نہیں جا سکا تھا۔

وہ چاروں کافی چالاک اور تیز طرار دکھائی دے رہے تھے..... وہ سیدھے کاؤنٹر کی طرف گئے..... پھر دو بیروں نے ان کا سامان لے کر اوپر کی طرف جاتے نظر آئے اور خود وہ ایک میز پر آ بیٹھے..... میز ڈی ایس پی تنویر کے نزدیک ہی تھی..... اس کے کان کھڑے ہو گئے، ان میں سے بڑا لڑکا کہہ رہا تھا۔

"دیکھئے دھماکہ کب ہوتا ہے"۔

"اور کب ہمارا کام شروع ہوتا ہے"۔ لڑکی بھی خاموش نہ رہ سکی۔

"اور دھماکا ہونے کے بعد تم کیا کرو گے"۔ نوجوان نے ان سے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"ابا جان ... ہم دیکھیں گے کہ دھماکا کب ہوتا ہے، کیوں کر ہوتا ہے اور تمام حالات کا جائزہ لیں گے"۔

"بہت خوب.... لیکن میں ہوٹل میں ہی رہوں گا"۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"آپ کی مرضی"۔ لڑکی نے کہا۔

"اور میرا جی چاہتا ہے کہ سارا شہر ہی ایک زبردست دھماکے سے اڑ جائے"۔ درمیان والے لڑکے نے کہا۔

"اس صورت میں یہ ہوٹل بھی نہیں بچے گا"۔ دوسرے لڑکے نے کہا۔

"لیکن ہم ضرور بچ جائیں گے"۔

"وہ کیسے؟" لڑکے نے پوچھا۔

"ہم ہوٹل میں موجود ہی نہیں ہوں گے"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"کبھی کوئی کام کی بات بھی کر لیا کرو"۔ لڑکی نے جل کر کہا۔ "اباجان تو ہوٹل میں ہوں گے"۔

"اچھا.... اب جو بھی بات کروں گا.... یہ کام کی ہوگی"۔

"لیکن یہ بات تو کام کی نہیں"۔ دوسرے لڑکے نے جھٹ سے کہا۔

"سوری غلطی ہوگئی.... اب نہیں کروں گا"۔ وہ مسکرایا۔

"وعدہ تیرے کی.... تم سے کام کی بات کی امید رکھنا سراسر بے وقوفی ہے"۔ دوسرے لڑکے نے ران پر ہاتھ مارا۔

"تو میں کب کہتا ہوں کہ امید رکھو"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"بس زبر نہ کرو.... ہلکا ناشتا کرو.... ابھی ہمیں شہر میں جا کر گھومنا پھرنا بھی ہے.... تاکہ معلوم ہو سکے.... دھماکا کہاں ہوا ہے"۔

لڑکی بھی مسکرا کر بولی۔

"اور اگر آج کے دن شہر میں کوئی دھماکا نہ ہوا تو؟"

"تو کیا.... ہم واپس آ جائیں گے"۔ لڑکی نے کہا۔

"یار فاروق.... یہ جو صاحب ہم سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھے ہیں نا"۔ پہلے لڑکے نے دوسرے کا نام لے کر کہا اور تنویر خان چونک اٹھا کیونکہ لڑکے کا اشارہ اسی کی طرف تھا.... لہجہ دبا دبا تھا پھر بھی آواز تنویر خان کے کانوں تک پہنچ گئی....

"ہاں.... بیٹھے ہیں.... مجھے بھی نظر آ رہے ہیں"۔ اس لڑکے نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا جسے فاروق کہہ کر پکارا گیا تھا۔

"یہ ہماری باتیں بڑے غور سے سن رہے ہیں.... اور ہمیں برابر گھورے جا رہے ہیں"۔

"تو گھورنے دو.... اور سننے دو.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ لڑکی بولی۔

"کہیں ان کا تعلق دھماکے کرانے والوں میں سے نہ ہو"۔ پہلے لڑکے نے کہا اور تنویر خان تلملا اٹھا۔

"اپنے کام سے کام رکھو.... دوسروں کے بارے میں اس طرح رائے زنی نہیں کیا کرتے"۔ نوجوان نے انہیں ڈانٹا۔

"بہت اچھا اباجان.... لیکن اسے کیا حق پہنچتا ہے، ہماری باتیں سننے اور ہمیں گھورنے کا"۔

"تم اس کی طرف دیکھو ہی نہ اور باتیں اتنی آہستہ کرو کہ وہ سن نہ سکے.... یوں بھی یہ باتیں دوسروں تک نہیں جانی چاہئیں.... سارا شہر ان دھماکوں کے متعلق الجھن میں ہے.... کسی کو معلوم نہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"یہ تو خیر ہم معلوم کر ہی لیں گے"۔ لڑکی بولی۔

"لیکن اباجان آپ کو یہاں آنے کا خیال کیونکر آیا؟" فاروق نے پوچھا۔

"تمہاری امی نے کہا.... میں نے سوچا.... شہر کو اس نئی مصیبت سے نجات دلانی چاہیے.... ہر روز کہیں نہ کہیں کوئی دکان اڑ جاتی ہے.... دکاندار یا تو حادثے میں

مر جاتا ہے اور اگر اتفاق سے اس وقت گاہک بھی دکان میں موجود ہوتے ہیں تو وہ بھی حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں.... بس میں یہ سوچ کر چلا آیا کہ شاید خلق خدا کو فائدہ پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں"۔

"تو ابا جان.... کیا اس شہر میں پولیس نہیں ہے"۔ پہلے لڑکے کے لہجے میں حیرت تھی.... تنویر خان تک ان کی آوازیں ابھی تک صاف طور پر پہنچ رہی تھیں.... انھوں نے آواز نیچی نہیں کی تھی۔

"پولیس تو ہے لیکن"۔ نوجوان کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن شاید ان دھماکوں کا کھوج لگانا اس کے بس سے باہر ہے"۔ لڑکی نے جھٹ سے کہا۔

"بالکل.... یہی بات ہے.... یا پھر پولیس خود ان دھماکوں کے ذمے دار لوگوں کے ساتھ مل گئی ہے"۔ فاروق نے کہا۔

اس کا یہ جملہ سن کر تنویر خان کے تن بدن میں آگ لگ گئی.... لیکن وہ خاموشی سے بیٹھا رہا.... اسے یہ چاروں بہت عجیب و غریب شخصیتیں نظر آ رہے تھے.... وہ خود ان دنوں دھماکوں کی فکر میں تھا.... اور یہ چاروں جب سے اس میز پر آکر بیٹھے تھے' دھماکوں کا ہی ذکر کر رہے تھے.... ساتھ ساتھ وہ ناشتے پر بھی ہاتھ صاف کرتے جا رہے تھے.... پھر وہ چونک اٹھا.... فاروق نامی لڑکا شرارت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اگر پولیس مجرموں کا ساتھ دے رہی ہے تو پھر تو ہماری چھٹی ہی ہو جائے گی کیوں کہ ہمیں بیک وقت دو دو دشمنوں سے نمٹنا ہو گا"۔

"نہیں.... یہ ضروری نہیں کہ پولیس ان کے ساتھ مل گئی ہو"۔ نوجوان نے جواب میں کہا۔

"لیکن ابا جان' یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی پولیس آفیسر ان کے ساتھ مل گیا ہو"۔ دوسرے لڑکے نے کہا۔

"ہاں یہ ہو سکتا ہے"۔ نوجوان بولا۔

"تو کیا.... آپ آج سے کام شروع نہیں کر رہے"۔

"میں آج صرف آرام کروں گا اور تم تینوں صرف کام کرو گے"۔

"جی.... جی بہت اچھا"۔ فاروق نے ایسی مسمسی صورت بنائی کہ تنویر خان کو بھی غصے کے باوجود ہنسی آگئی۔

"اچھا تو ابا جان.... آپ کمروں میں جاکر آرام کریں.... ہم ذرا گھوم پھر آئیں"۔ لڑکی نے کہا۔

"میں ایک ہی وقت میں دو کمروں میں کس طرح آرام کر سکتا ہوں"۔ نوجوان مسکرایا۔

"اوہ.... معاف کیجیے گا.... زبان پھسل گئی تھی"۔ لڑکی نے جھینپ کر کہا۔

"کہیں خود نہ پھسل جانا.... پہاڑی علاقہ ہے.... لینے کے دینے پڑ جائیں گے"۔

"گرنے لگوں گی تو تمھارا ہاتھ پکڑ لوں گی"۔ لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں' تاکہ مجھے بھی ساتھ لے ڈوبو"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"یہاں کوئی دریا نہیں ہے"۔ لڑکی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"لیکن ہم تو گھر پھر سے پھرنے آئے ہیں"۔ فاروق کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"وہ تو پھر خشکی پر ہی مل جائے گا"۔ لڑکی نے لاپروائی سے کہا۔

"کہیں اس وقت اس ہوٹل میں موجود نہ ہو"۔ دوسرے لڑکے نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"اور ہماری باتیں نہ سن رہا ہو"۔ لڑکی بولی۔

"پھر تو وہ ہمیں کچا ہی چبا جائے گا"۔ دوسرے لڑکے نے کہا۔

"تو کیا مگر مچھ ابال کر کھاتے ہیں"۔ فاروق بولا۔

"بری بات ہے.... تم ہوٹل سے مگر مچھ تک جا پہنچے"۔ نوجوان شوخ انداز میں بولا۔

"ہم تو ہوٹل سے نہ جانے کہاں سے کہاں جا پہنچیں گے" فاروق نے کہا۔

"اچھا.... اگر اب تم لوگ ناشتا کر چکے ہو تو میرا دماغ نہ چاٹو.... اور چلتے پھرتے نظر آؤ"۔

"جی بہت اچھا.... لیکن اتنا تو بتا دیں کہ باہر جا کر کس کا دماغ چاٹیں"۔ فاروق نے جلدی سے پوچھا۔

"مجرموں کا"؟

"اگر نہ ملیں گے تو پولیس والوں کا دماغ چاٹنا شروع کر دیں"؟ فاروق نے اجازت طلب لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.... بری بات ہے.... وہ برا مان جائیں گے" نوجوان نے کہا۔

"اچھی بات ہے ابا جان.... کوئی نہ کوئی دماغ چٹوانے والا مل ہی جائے گا"۔ فاروق نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، تم پر دماغ چاٹنے کا دورہ پڑ گیا ہے"۔ دوسرے لڑکے نے کہا۔

"اس دورے کا نام میں نے پہلی مرتبہ سنا ہے.... مرگی کا دورہ تو خیر سنا تھا"۔ فاروق نے کہا۔

"اگر تم نہیں اٹھو گے تو ہم دونوں ہی چلے جائیں گے"۔ لڑکی نے جل بھن کر کہا۔

"اور اگر میں اٹھ کھڑا ہو گیا تو تم دونوں نہیں جاؤ گے"۔

"جائیں کیوں نہیں"۔

"تو پھر چلو"۔

تینوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھے"۔ تنویر خاں بھی فوراً اٹھا اور ان کے پیچھے لگ گیا۔

****

"بیٹا ذرا سننا"۔

محمود، فاروق اور فرزانہ چلتے چلتے رک گئے.... خان آباد کے ہوٹل سے ناشتا کر کے وہ شہر میں گھومنے پھرنے کے لیے ابھی ابھی نکلے تھے کہ ایک لرزتی کانپتی آواز انہیں سنائی دی.... انہوں نے اپنے سامنے دیکھا.... ایک بوڑھا آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا.... اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ لرز رہا تھا.... سفید کاغذ جس پر کچھ لکھا تھا۔

"کیا بات ہے بابا"۔ محمود نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں ان پڑھ ہوں بیٹا.... ذرا مجھے یہ خط پڑھ کر سنا دو"۔

"کیوں نہیں بابا.... بھلا یہ بھی کوئی کام ہے"۔

محمود نے یہ کہہ کر اس کے ہاتھ سے خط لے لیا اور پڑھنے لگا۔ "دھماکوں کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتانا.... فوراً عامر روڈ کی دسویں کوٹھی پر پہنچو"۔

بس خط پر کل یہی الفاظ تھے.... محمود، فاروق اور فرزانہ حیرت زدہ رہ گئے.... بوڑھے کے منہ سے نکلا۔

"اوہ"۔ اس نے جلدی سے خط محمود کے ہاتھ سے جھپٹ لیا.... پھر جلدی وہاں سے چلنے لگا۔

"چلو... اس کا پیچھا کریں"۔ محمود نے کہا۔

"قدرت ہم پر بہت مہربان ہے... ہوٹل سے نکلتے ہی دھماکوں کے سلسلے میں سراغ مل گیا"۔ فاروق بولا۔

"مجھے تو یہ کوئی چال معلوم ہوتی ہے"۔ فرزانہ نے سوچ میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

"تمہیں معلوم ہوتی ہوگی چال... کیا ہمارے چہرے پر لکھا ہے کہ ہم کون ہیں... آخر اس غریب بوڑھے کو ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے"۔

"ناراض کیوں ہوتے ہو... میں نے ایک خیال ظاہر کیا تھا"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"اپنا خیال اپنے پاس ہی رکھو اور اگر ہمارے ساتھ چلنا ہے تو چلو... کہیں بوڑھا نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے"۔

"چلو بابا"۔

تینوں احتیاط سے بوڑھے کے پیچھے چل پڑے۔

"میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں... لیکن میں اسے مناسب نہیں سمجھتی"۔ فرزانہ نے پھر کہا۔

"تو پھر ساتھ کیوں چل رہی ہو" محمود نے کہا۔

"تمہارا ساتھ دینے کے لیے... ویسے مجھے یہ بوڑھا چار سو بیس نظر آتا ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اگر تمہیں آٹھ سو چالیس بھی نظر آئے تو ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ فاروق نے کندھے اچکائے۔

"ذرا سوچو... ہمیں کتنی آسانی سے دھماکے کے ذمہ دار لوگوں کا پتا

معلوم ہو گیا ہے"۔ فرزانہ نے فکر مند ہو کر کہا۔

"تم ہی سوچو"۔ فاروق نے کہا۔

"دیکھ لینا... یہ بوڑھا ہمیں موت کے منہ میں لے جا رہا ہے"۔

"دیکھ لیں گے اور تمہیں بھی بتا دیں گے کہ ہم نے کیا دیکھا ہے... آخر اس قدر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے"۔

"میں ابا جان کے لیے فکر مند ہوں"۔ فرزانہ بولی۔

"یہ ایک ہی رہی... مجرموں کے ٹھکانے پر ہم جا رہے ہیں... اور یہ ابا جان کے لیے فکر مند ہو رہی ہے"۔ محمود نے ہنس کر کہا۔

"یہ تو وہی بات ہوئی... سوئی گھر میں گری اور ڈھونڈ رہے ہیں شہر کے چوک میں... کسی نے پوچھا... بھئی یہ کیا تو کہنے لگے گھر میں اندھیرا تھا اس لیے روشنی میں ڈھونڈنے چلا آیا... سو وہی حال فرزانہ کا ہے"۔

"میری چھٹی حس خطرے کا اعلان کر رہی ہے"۔

"اور ہماری ساتویں حس کہہ رہی ہے... بڑھے چلو بہادرو"۔

"اور چھلانگ لگا دو کنوئیں میں"۔ فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"خان آباد میں کنوئیں نہیں ہیں... یہ پہاڑی علاقہ ہے اور پہاڑی علاقے میں کنوئیں کھودنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں"۔ فاروق بولا۔

"بالکل یہاں تو بے شمار چشمے ہیں"۔ محمود نے بھی چہک کر کہا۔

"کاش تمہاری آنکھوں پر بھی چشمے لگے ہوتے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"کان نہ کھاؤ"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔ "ہماری نظریں کمزور نہیں ہیں"۔

بوڑھا ان سے کافی فاصلے پر چلا جا رہا تھا... انھیں حیرت تھی کہ یہ بوڑھا اتنا تیز بھی چل سکتا ہے... اچانک محمود نے چونک کر کہا۔

"یار فاروق.... ہمارا ابھی پیچھا کیا جا رہا ہے"۔

"کیا!!" فاروق نے چونک کر کہا۔

"رکو نہیں.... چلتے رہو.... میں بہت دیر سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ کوئی ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے.... اور یہ وہی ہے جو ہوٹل میں ہمیں گھور رہا تھا"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بری طرح گھر گئے ہیں"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ ضروری نہیں.... ہو سکتا ہے کہ ہمارا پیچھا کرنے والا دھماکے کرانے والوں سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو"؟ فاروق بولا۔

"تو پھر.... اب کیا کریں"۔ محمود نے پوچھا۔

"کرنا کیا ہے.... جی او کھلی میں سر دیا تو پھر موسلوں کا کیا ڈر.... چلتے رہو.... دیکھا جائے گا"۔ فاروق نے کہا۔

"ہاں.... چلتے رہو.... یہاں تک کہ ہم دوسری دنیا میں پہنچ جائیں"۔ فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"فرزانہ بہتر ہو گا کہ اب تم ہمارے ساتھ رہنے کی بجائے امی جان کے ساتھ رہا کرو.... باورچی خانے میں ان کا ہاتھ بٹایا کرو"۔ فاروق نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"نیک مشورہ ہے"۔ محمود بولا۔

"افسوس.... اب یہ نہیں ہو سکتا"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب.... کیا نہیں ہو سکتا"۔

"مطلب یہ کہ اب تو میں خان آباد آ گئی ہوں.... امی جان تو یہاں سے اڑھائی سو میل دور گھر میں بیٹھی ہوں گی"۔

"کوئی بات نہیں.... اس کیس سے فارغ ہو کہ ہم اباجان سے کہہ دیں گے کہ فرزانہ اب جاسوسی کے کاموں سے ڈر گئی ہے.... بھیگی بلی بن گئی ہے' اس لیے یہ اب باورچی خانے میں شامی کباب بنایا کرے گی"۔ فاروق کہتا چلا گیا۔

"کباب کیوں ہو رہے ہو.... تمھارے ساتھ تو چل رہی ہوں"۔ آخر فرزانہ نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

اس وقت انھوں نے دیکھا.... بوڑھا ایک عمارت کے زینے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

"لو.... آ گئی منزل"۔ محمود بولا۔

"ٹھیک ہے.... ہم بھی اوپر جائیں گے"۔

"لیکن پہلے بوڑھے کو تو اوپر پہنچ جانے دو"۔

"اور اگر وہ اوپر جا کر غائب ہو گیا"۔

"کیوں.... غائب کیسے ہو جائے گا.... اسے زمین کھا جائے گی یا آسمان نگل جائے گا"۔

زینے کے قریب پہنچ کر انھوں نے اوپر نظر ڈالی.... سیڑھیوں پر اب بوڑھا نظر نہیں آ رہا تھا.... انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... اوپر چڑھتے چلے گئے.... زینے کے آخر میں دائیں ہاتھ ایک اور زینہ تھا.... بائیں طرف ایک کمرے کا دروازہ نظر آیا لیکن اس کے دروازے پر ایک بڑا سا تالا لٹک رہا تھا.... وہ دوسرے زینے کی سیڑھیاں طے کرنے لگے.... یہاں تک کہ ان کے سامنے ایک برآمدہ آ گیا.... سامنے تین کمرے تھے.... ان میں سے ایک کمرے کا دروازہ کھلا تھا.... وہ دبے پاؤں آگے بڑھے.... جھانک کر دیکھا کمرہ خالی تھا.... انھوں نے دیکھا دائیں بائیں والے کمرے کے دروازے باہر سے بند تھے.... ان کی چٹخنیاں لگی ہوئی تھیں۔

اب ان کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ کمرے کے اندر داخل ہو جاتے اور دیکھتے کہ بوڑھا کہاں چلا گیا ہے.... پھر جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئے.... کمرے کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

O*O

2

چھ فٹ لمبا ایک آدمی عامر روڈ کے پبلک فون بوتھ میں داخل ہوا اور دروازہ بند کرنے کے بعد کسی کے نمبر ڈائیل کرنے کے بعد بولا۔

"ہیلو.... میں صابر بول رہا ہوں"۔

"کہو.... کیا رہا"۔ دوسری طرف سے بھاری آواز میں پوچھا گیا۔

"تینوں کو کمرے میں بند کر دیا گیا ہے"۔ صابر نے کہا۔

"بہت خوب تم اس قابل ہو کہ انعام دیا جائے"۔ دوسری طرف سے خوش ہو کر کہا گیا۔

"بہت بہت شکریہ جناب"۔ صابر نے فکر مند ہو کر کہا.... اسے انعام کی بات سن کر خوشی نہیں ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے.... تم نے خوشی کا اظہار نہیں کیا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیوں نہیں جناب میں بہت خوش ہوں.... آپ میرے کسی کام سے خوش ہو کر مجھے انعام دیں' اس سے بڑھ کر میرے لیے خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے"۔

"ہوں.... ٹھیک ہے.... اب فوراً دوسرے پروگرام پر عمل کیا جائے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جی بہتر"۔

"جس طرح ہدایت دی گئی ہے اس کے عین مطابق عمل کرنا ہو گا ورنہ سب کیا دھرا رہ جائے گا"۔

"آپ بے فکر رہیں جناب"۔

"اس کام میں تمہاری مدد کس کس نے کی تھی"۔ پوچھا گیا۔

"میرے ساتھ طارق، جبرو اور داور تھے"۔

"ٹھیک ہے.... باقی کام بھی انہیں سے لینا"۔

"آپ بے فکر رہیں.... آپ کی ہر ہدایت پر عمل کیا جائے گا"۔ صابر نے کہا۔

"اور اس کام کو مکمل کرنے کے بعد تم چاروں آکر اپنا انعام لو گے"۔

"بہت بہتر جناب"۔

"ٹھیک نو بجے رات تم میرے پاس پہنچ جانا"۔

"جی اچھا"۔

"بس تو پھر.... اب کام شروع کر دو"۔

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا.... صابر کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چھلک رہے تھے.... حالانکہ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں درجہ حرارت کافی کم تھا اور رات کو تو لوگوں کو لحاف اوڑھنے پڑتے تھے.... اس نے پسینہ خشک کیا اور بوتھ سے باہر نکل آیا.... اب اس کا رخ پھر دسویں عمارت کی طرف تھا.... سیڑھیاں چڑھ کر وہ ایک کمرے میں پہنچا.... یہاں تین آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے تاش کھیل رہے تھے.... یہ طارق، جبرو اور داور تھے، جبرو نے چونک

کر کہا۔

"آ گئے استاد"۔

"ہاں آ گیا"۔ اس نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"کہو کیا خبر لائے"۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"اب اگلے پروگرام پر عمل کرنا ہے"۔

"تو ٹھیک ہے.... کام کر دیا جائے گا"۔ دوسرے نے کہا۔

"لیکن تم چپ چپ کیوں ہو"۔ تیسرے نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔

"اس کام کے مکمل ہونے کے بعد وہ ہمیں انعام دینا چاہتا ہے"۔

"کیا"؟ تینوں ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں"۔ صابر نے کہا۔

"لیکن ہم نے کیا کیا ہے.... ہمارا قصور کیا ہے"۔ ان میں سے ایک نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"یہ وہ ہمیں انعام دینے سے پہلے ضرور بتائے گا"۔

"اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

ان کا رنگ اس طرح سفید پڑ گیا جیسے انہیں موت کا حکم دیا گیا ہو.... تاش کے پتے ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر گر گئے.... آخر داور نے کہا۔

"تو پھر چلو استاد.... دیر نہ کرو.... یہ کام بھی کر ہی ڈالیں"۔

"ہاں، چلو"۔ صابر کی آواز انہیں دور کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی۔

چاروں باتھ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر گھس گئے.... اب ان کا رخ باتھ روم کے دوسرے دروازے کی طرف تھا جو ساتھ والے کمرے میں کھلتا

تھا۔

***

"ارے دروازہ بند ہو گیا"۔ محمود کے منہ سے نکلا۔

"ہاہا... میں نے کیا کہا تھا"۔ فرزانہ نے زور سے قہقہہ۔

"تو کیا ہم پھنس گئے ہیں"۔ فاروق نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں... یہ لوگ تو یونہی مذاق کر رہے ہیں... ابھی کمرے کا دروازہ کھول کر کہیں گے... اوہ معاف کیجئے گا ہم نے آپ کو اس کمرے میں غلطی سے بند کر دیا تھا... اب آپ اپنے گھر جا سکتے ہیں اور وہاں پہنچ کر خیریت کا ایک خط بھی لکھ سکتے ہیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا... بلکہ خط پڑھ کر ازحد خوشی ہو گی"۔ فرزانہ کہتی چلی گئی۔

"ہائیں ہائیں... یہ تم بول رہی ہو"۔ تم نے کوئی مصنوعی زبان تو نہیں لگوائی"۔ فاروق نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"نہیں... میرے فرشتے بول رہے ہیں"۔ فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"پھر تو ٹھیک ہے... وہ واقعی اتنی لمبی چوڑی گفتگو کر سکتے ہیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"میں کہتی ہوں... یہاں سے نکلنے کی فکر کرو... ورنہ ڈھونڈے سے بھی نشان نہیں ملے گا"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"کس کا نشان نہیں ملے گا"۔

"غلط کہتی ہو... ہم کوئی تر نوالہ تو ہیں نہیں کہ یہ لوگ ہمیں ہڑپ کر جائیں گے اور ڈکار بھی نہیں لیں گے اگر انھوں نے ہمیں ہڑپ کرنے کی غلطی کی

بھی تو پچھتائیں گے... کیوں کہ ہم ان کے پیٹوں میں خوب اودھم مچائیں گے"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ہانک چکے ادھر ادھر کی... یا کچھ باقی ہے"۔ فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اگر کچھ اور سننا چاہتی ہو تو بتا دو... میرے سٹاک میں ابھی بہت کچھ ہے"۔

"بند کرو یہ اوٹ پٹانگ باتیں... کیا یہیں رہنے کا ارادہ ہے"۔

"کیا حرج ہے... ذرا دو چار دن مہمانی کا لطف اٹھائیں گے"۔

"محمود... یہ حضرت تو مانیں گے نہیں، تم ہی کچھ کرو"۔

"کیا کروں"۔ محمود نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"یہاں سے نکلنے کی تدبیر"۔

"اچھا... میں کوشش کرتا ہوں"۔

محمود نے کہا اور دروازے کی طرف گیا... اسے کھینچ کر اور جھٹکے مار کر دیکھا... دروازہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں... پھر اس نے کھڑکیوں کو آزمایا... ان میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں... اب وہ باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھا... وہ بھی بند تھا۔

"باتھ روم کا دروازہ بھی اندر سے بند ہے"۔

"تو کیا اندر کوئی ہے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"بے وقوف نہ بنو... اس باتھ روم کا ایک دروازہ دوسرے کمرے میں بھی کھلتا ہو گا... جب دوسرے کمرے سے کوئی باتھ روم میں آئے گا تو پہلے ہماری طرف والے دروازے کی چٹخنی لگائے گا"۔ محمود نے کہا۔

"ہوں... تو پنجرے میں بند ہو گئے"۔ فاروق بولا۔

"لیکن مجھے تو بالکل بھی فکر نہیں"۔ محمود مسکرایا۔
"کیا مطلب.... بھلا تمہیں فکر کیوں نہیں"۔ فرزانہ نے کہا۔
"کیا تم بھول گئے کہ ہمارا تعاقب کیا گیا تھا"۔
"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے"۔
"تو تمہارے خیال میں اس سے کچھ نہیں ہوتا"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔
"چلو تم ہی بتا دو.... اس سے کیا ہوتا ہے"۔ فرزانہ بولی۔
"پیچھا کرنے والا ضرور اباجان کو اطلاع دے گا"۔ اس نے کہا۔
"بشرطیکہ وہ انہی کا کوئی ساتھی نہ ہوا تو"۔
"اور میرا یہی خیال ہے کہ پیچھا کرنے والا وہ آدمی تھا جو ہوٹل میں ہماری میز کے قریب بیٹھا ہماری باتیں سن رہا تھا"۔ فاروق نے کہا۔
"ارے' اسے تو میں بھول ہی گیا"۔ محمود کے منہ سے نکلا۔
"تمہیں کچھ یاد ہی کب رہتا ہے"۔ فاروق نے ناک چڑھائی۔
"واقعی.... اب یقین سے کہہ سکتی ہوں.... وہ ضرور وہی تھا"۔
"لو بھی.... اسے تو یقین آ گیا"۔
"تو.... تو کیا.... اس وقت ہم اس کی قید میں ہیں"۔ محمود بڑبڑایا۔
"یہ تو خیر میں نہیں کہہ سکتا ہوں"۔ فاروق بولا۔
"تو پھر تم کیا کہہ سکتے ہو"۔ فرزانہ جلدی سے بولی۔
"تمہارا سر"۔ فاروق جھلا اٹھا۔
"ہم تو اس طرح مزے سے باتیں کر رہے ہیں جیسے ہوٹل کے کمرے میں موجود ہوں اور برابر والے کمرے میں اباجان بھی آرام کر رہے ہوں.... یعنی ہمیں کوئی فکر ہی نہیں"۔ محمود مسکرایا۔

"بھلا فکر کس بات کی.... اباجان.... اس شہر میں ہم سے تھوڑے فاصلے پر موجود ہیں.... جونہی انہیں ہماری گمشدگی کا احساس ہو گا.... وہ ہماری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے اور ہم تک پہنچ جائیں گے"۔ فرزانہ نے کہا۔
"لیکن کیسے.... وہ یہاں تک کس طرح پہنچیں گے.... جب کہ ہم راستے میں کوئی نشانی بھی نہیں چھوڑ کر آئے"۔ فاروق نے فکر مند لہجے میں کہا۔
"ہاں' یہ ہم سے غلطی ضرور ہوئی"۔ محمود کے منہ سے نکلا۔
"اور دوسری غلطی یہ ہو رہی ہے کہ اس کمرے میں ہم نے اپنے آنے کا کوئی نشان اب تک نہیں چھوڑا"۔ فرزانہ بول اٹھی۔
"اوہ"۔ محمود اور فاروق کے منہ سے بیک وقت نکلا.... پھر محمود نے کہا۔
"لیکن اس کمرے میں کوئی چیز گرانے کی کیا ضرورت ہے.... یہاں تو ہم خود ہی موجود ہیں"۔
"اور کیا.... یہ فرزانہ تو یونہی اوٹ پٹانگ باتیں سوچا کرتی ہے"۔ فاروق نے اس کا مذاق اڑایا۔
"ابھی سڑک پر چلتے وقت تو میں اوٹ پٹانگ باتیں کر رہی تھی نا"۔ فرزانہ نے جواب میں چوٹ کی۔
"ارے.... میرا خیال ہے.... یہ کھڑکی سڑک کی طرف کھلتی ہے.... کیوں نہ ہم اس کھڑکی سے کوئی چیز نیچے گرا دیں"۔ اچانک فاروق نے کہا۔
"اور وہ چیز کوئی بچہ اٹھا کر سیدھا ہو گا"۔ فرزانہ مسکرائی۔
"تو پھر تم ہی بتاؤ.... کیا کریں"۔ محمود نے جھنجلا کر کہا۔
"کرنا کیا ہے.... مزے کرو"۔
"وہ تو ہم کر ہی رہے ہیں.... تم کیوں دبلی ہو رہی ہو"۔ فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"نہیں تو.... میں تو اچھی بھلی سڈول ہوں"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"یار فاروق.... اس کے ساتھ دماغ نہ خراب کرو.... یہ تو آج ہمیں جلانے پر تل گئی ہے.... آؤ کھڑکی سے نیچے جھانک کر دیکھیں.... اور کوئی ایسی چیز گرا دیں جس کی طرف سوائے ابا جان کے کوئی دھیان نہ دے"۔

"ایسی چیز بھلا کون سی ہو سکتی ہے"۔

"ہو کیوں نہیں سکتی.... ہم فرزانہ کے ہیر کلپ کو توڑ کر اس کا ٹکڑا نیچے گرا سکتے ہیں"۔ محمود نے ترکیب بتائی۔

"میں تو اپنا ہیر کلپ ہرگز نہیں دوں گی توڑنے کے لیے.... تم اپنی جیب کا ٹکڑا کاٹ کر کیوں نہیں پھینک دیتے"۔ فرزانہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ جیبیں ہمیں خان رحمان نے تحفے میں دی تھیں"۔

"اور یہ ہیر کلپ مجھے پروفیسر انکل نے میری سالگرہ کے موقعے پر دیا تھا"۔ فرزانہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"تو پھر لاؤ.... تمہارے چند بال کاٹ کر نیچے پھینک دیں"۔ فاروق نے تلملا کر کہا۔

"بال تو نہیں کے کہیں جا پہنچیں گے"۔ محمود نے اعتراض کیا۔

"کمہ تو اس طرح رہے ہو جیسے میں تمہیں اپنے بال دے ہی دوں گی"۔ فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"ہائیں.... تو کیا تم اپنے چند بال بھی نہیں دے سکتیں"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہرگز نہیں"۔

"تم کیسی بہن ہو"؟ فاروق بولا۔

"دیکھ لو.... جیسی ہوں، تمہارے سامنے ہوں"۔

"کیا لڑنے کے لیے یہی جگہ رہ گئی ہے"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"اب اور کہاں جا کر لڑیں"۔ فرزانہ نے کہا.... پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"سنو.... بال نیچے گرانے کا کوئی فائدہ نہیں.... میں اپنا ربن اس کھڑکی سے باندھ دیتی ہوں.... وہ ہوا میں لہراتا رہے گا.... شاید ابا جان کی نظر پڑ جائے"۔

"بہت اچھے.... پہلے کیوں یہ ترکیب نہیں بتائی تھی"۔ محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"تمہاری عقلوں پر ماتم کر رہی تھی"۔ فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا اے عقل مند صاحبہ.... اب اپنا ربن اتار کر کھڑکی سے باندھ دو"۔ فاروق نے تنگ آ کر کہا۔

فرزانہ ربن باندھ کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ ایک دم کھلا اور وہ چونک کر پلٹے۔

O*O

3

انسپکٹر جمشید ہٹنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گئے تھے.... آرام کرسی پر بیٹھے وہ گہری سوچ میں گم تھے کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی.... وہ چونک اٹھے.... محمود، فاروق اور فرزانہ تو اتنی جلدی واپس نہیں آ سکتے تھے.... یہ ہوٹل کا بیرا بھی نہیں ہو سکتا تھا کیوں کہ ابھی ابھی تو وہ ناشتا کر کے آئے تھے.... چند سیکنڈ کے لیے انہوں نے سوچا اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف گئے لیکن اس طرح کہ قدموں کی ہلکی سی چاپ بھی پیدا نہ ہوئی.... پھر انہوں نے دروازے کی چٹخنی گرائی اور ایک دم دروازہ کھولتے ہوئے دروازے کے ساتھ ہی پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا.... پھر کمرہ خالی دیکھ کر پلٹا.... انسپکٹر جمشید نے دیکھا، یہ وہی آدمی تھا جو ہوٹل میں ان کی میز کے پاس ہی بیٹھا تھا اور محمود، فاروق اور فرزانہ کے پیچھے ہوٹل سے نکل گیا تھا۔

"چلو .... آپ دروازہ کھولتے ہی چھپ کیوں گئے دوست"۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تنویر خاں نے کہا۔

"میں نے سوچا کہیں کوئی دشمن نہ آ پہنچا ہو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بہت خوب، تو کیا تمہارے کچھ دشمن بھی ہیں"۔

"ایک دو نہیں .... درجنوں کے حساب سے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں"۔ تنویر خاں نے کہا۔

"کیا مطلب"۔ انسپکٹر جمشید چونکے۔

"آپ غلط سمجھے.... میں ایک دشمن کی حیثیت سے نہیں.... بلکہ دوست ن کر آیا ہوں"۔ تنویر خاں نے کہا۔

"آئیے .... تشریف رکھیے"۔ انسپکٹر جمشید نے چہرے پر خوش اخلاق سکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

"نہیں.... اس کا وقت نہیں ہے.... کیا آپ کے تینوں بچے کسی عزیز سے ے گئے ہیں"؟

"نہیں تو.... اس شہر میں تو ہمارا کوئی عزیز نہیں رہتا"۔

"عامر روڈ کی دسویں عمارت میں آپ کا کوئی دوست بھی نہیں رہتا"۔

"بالکل نہیں.... آخر آپ یہ سوالات کیوں کر رہے ہیں؟"۔

"س لیے کہ آپ کے بچے پھنس گئے ہیں.... وہ ایک بوڑھے کا پیچھا تے ہوئے اس عمارت میں داخل ہوئے تھے اور پھر باہر نہیں نکلے"۔ تنویر ں نے بتایا۔

"اوہ"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے.... ساتھ ہی وہ کچھ سوچ رہے تھے۔

"آپ کیا سوچنے لگے"؟ تنویر خاں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں.... کیا آپ مجھے وہاں تک لے چلیں گے"۔ اس نے مسکرا ا۔

"جی ہاں چلیے"۔

دونوں ہوٹل سے باہر آئے۔

"کیا پیدل ہی چلنا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں.... فاصلہ زیادہ نہیں ہے"۔

"اچھا".... انسپکٹر جمشید نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگے.... اچانک انھوں نے پوچھا۔

"آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا"۔

"مجھے محمد تنویر کہتے ہیں"۔

"اور میں جمشید ہوں.... لیکن یہ بتائیے.... آپ نے میرے بچوں کا تعاقب کیوں کیا تھا؟"۔

"وہ عجیب و غریب باتیں کر رہے تھے"۔ تنویر خاں نے کہا۔

"تو کیا آپ ہر اس آدمی کا پیچھا کرتے ہیں، جو عجیب و غریب باتیں کرے"۔

"جی نہیں.... آج اتفاق سے ایسا کر بیٹھا تھا"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں"۔

انسپکٹر جمشید نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہو گئے.... وہ زندگی میں پہلی بار خان آباد آئے تھے.... بالکل ناواقف تھے.... نہ انہیں سڑکوں کا پتا تھا، نہ شہر کی مختلف جگہوں کا.... پھر بھی وہ تنویر خاں کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔

پندرہ منٹ چلتے رہنے کے بعد وہ دسویں عمارت کے سامنے پہنچ گئے.... تنویر خاں کے پیچھے وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچے.... پہلے زینے کے آ میں بائیں ہاتھ ایک کمرہ تھا.... اس کے دروازے پر ایک بڑا سا تالا لگا ہوا تھا۔ دائیں طرف ایک اور زینہ تھا.... اس کے ذریعے وہ اوپر پہنچے.... ان کے سامنے اب ایک برآمدہ تھا اور برآمدے میں تین کمرے تھے.... وہ تیزی سے آگے بڑھے.... دو کمروں پر تالے لگے تھے، البتہ تیسرے کمرے کا دروازہ اندر سے

تھا.... یہ درمیان والا کمرہ تھا.... انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دستک دی.... اور انتظار کرنے لگے لیکن کوئی دروازہ کھولنے کے لیے آتا دکھائی نہ دیا.... اور انھوں نے دو تین بار زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا.... آخر تنگ آ کر بولے۔

"اب کیا کریں"۔

دروازہ توڑ دیں"۔ تنویر خاں نے کہا۔

"اچھی بات ہے"۔ انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر پیچھے ہٹے اور کندھے سے دروازے پر ٹکر ماری.... دروازہ چرچرایا لیکن ٹوٹا نہیں.... انھوں نے پھر ٹکر ماری.... آخر پانچویں ٹکر پر دروازے کے قبضے نکل گئے اور وہ کھل گیا.... تنویر خاں حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کمال ہے.... آپ تو بہت طاقت ور ہیں.... میرا خیال تھا کہ آپ تو کیا، ہم دونوں مل کر بھی اس دروازے کو نہیں توڑ سکیں گے"۔

"آئیے"۔ انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر کہا اور کمرے میں داخل ہو گئے۔

لیکن کمرہ تو خالی تھا۔

***

صابر اور اس کے تینوں ساتھی ایک عمارت کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ایک کمرے میں داخل ہوئے.... کمرے کے درمیان میں ایک میز موجود تھی.... صابر نے کمرے میں ادھر ادھر دیکھا، پھر میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک کاغذ نکالا، اس پر لکھا تھا۔

"دوسرے ٹھکانے پر پہنچو"۔

"وہ بہت چالاک ہے.... دوسرے ٹھکانے پر بھی شاید ہی ملے"۔ صابر

کے منہ سے نکلا۔

"خیر.... ہم کر ہی کیا سکتے ہیں.... مجبور ہیں' حکم پر عمل کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے ہیں"۔ طارق بولا۔

"ٹھیک ہے' چلو"۔

وہ نیچے اترے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے.... ٹھیک آدھ گھنٹے بعد ان کی ٹیکسی ایک غیر آباد علاقے میں رکی.... اس جگہ چند کوٹھیاں دور دور نظر آ رہی تھیں.... وہ ٹیکسی سے اتر آئے اور بل ادا کر کے ایک سمت میں چلنے لگے.... جب انہوں نے دیکھا کہ ٹیکسی واپس شہر کی طرف چلی گئی ہے تو وہ ایک کوٹھی میں داخل ہو گئے.... انہوں نے اندرونی دروازے پر لگی گھنٹی کا بٹن دبایا.... دور کسی جگہ گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی.... پھر کسی کے دروازے کی طرف آنے کی آواز آئی.... چاروں کے رنگ اڑ گئے.... اتنے میں دروازہ کھلا اور سفید داڑھی والے ایک بوڑھے نے باہر نکلے بغیر کہا۔

"کیا بات ہے.... کون ہو تم لوگ"۔

"ہمیں بلایا گیا ہے.... میرا نام صابر ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں"۔

"اچھا یہیں ٹھہرو.... اگر میں ایک منٹ تک نہ آؤں تو دروازہ کھول کر اندر آ جانا لیکن آتے ہوئے دروازہ ضرور اندر سے بند کرتے آنا"۔

"بہت بہتر"۔

بوڑھے نے سر اندر کرنے کے بعد دروازہ بند کر دیا.... انہوں نے اس کے جانے کی آواز سنی۔

"کمال ہے.... ہم نے اس بوڑھے کو پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔ داور نے حیران ہو کر کہا۔

"نہ جانے اس کے لیے کتنے لوگ کام کرتے ہوں گے"۔ جیرو بولا۔

"کیا خیال ہے.... کیا ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہے"۔ طارق نے پوچھا۔

"میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ کوئی غلطی نہیں ہوئی"۔ صابر نے کہا۔

"تو پھر.... ہمیں انعام کیوں دیا جا رہا ہے"۔

"کیا پتہ.... سچ مچ ہمیں انعام ملنے والا ہو"۔ داور نے کہا۔

"آج تک تو ایسا ہوا نہیں"۔

"خیر دیکھا جائے گا"۔ جیرو نے کندھے اچکائے۔

"ایک منٹ ہو گیا ہے.... بوڑھا واپس نہیں آیا.... اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اب اندر چلنا چاہیے"۔

"ٹھیک ہے"۔

"چاروں اندر داخل ہوئے' دروازہ بند کیا اور برآمدہ طے کرتے ہوئے ایک کمرے کے سامنے پہنچے.... کمرے کا دروازہ بند تھا.... صابر نے دروازے کو ایک ہلکا سا دھکا دیا.... اس کے پٹ کھلتے چلے گئے.... اسی وقت ایک آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"دوسرے پروگرام پر حرف بہ حرف عمل کر آئے ہو"۔ آواز کمرے کی چھت میں سے آ رہی تھی۔

"جی ہاں"۔ صابر نے ادب سے کہا۔

"بہت خوب.... تو انہیں وہاں پہنچا دیا گیا ہے"۔

"جی بالکل"۔

"ٹھیک ہے.... تم چاروں بہت اچھے جا رہے ہو.... میں تم سے بہت خوش ہوں' اسی لیے تمہیں بلایا گیا ہے.... میں تمہیں انعام دینا چاہتا ہوں"۔

"لیکن جناب.... ہمارا قصور کیا ہے"۔ صابر نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"قصور.... نہیں تم غلط سمجھ رہے ہو، تم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے.... میں واقعی تمہیں انعام دینا چاہتا ہوں"۔ آواز آئی۔

"اس سے پہلے تو یہی ہوتا رہا ہے.... آپ نے جسے انعام دینے کے لیے بلایا، پھر اسے کسی نے نہیں دیکھا"۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے.... میرے انعام دینے کا مطلب سزائے موت ہے.... لیکن اس دفعہ ایسا نہیں ہے.... بات دراصل یہ ہے کہ اس وقت میرا مقابلہ انسپکٹر جمشید سے ہے.... آج سے پہلے کبھی میرا اس سے واسطہ نہیں پڑا.... میں اپنے پروگرام پر پوری احتیاط سے عمل کرنا چاہتا ہوں.... انسپکٹر جمشید کے لیے کوئی راستہ چھوڑنا نہیں چاہتا.... میں چاہتا ہوں، وہ بے چارگی سے پیچ کر رہ جائے.... اس کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت تک میں نے جن آدمیوں سے کام لیا ہے وہ اس شہر میں نظر نہ آئیں.... لیکن اس کا مطلب یہ بھی ہرگز نہیں کہ میں انہیں موت کے گھاٹ اتار دوں.... نہیں.... لیکن انہیں چند دنوں کے لیے شہر کے لوگوں سے دور رہنا ہوگا تاکہ انسپکٹر جمشید ان تک نہ پہنچ سکے.... اس لیے تم چاروں بھی شہر سے دور رہو گے"۔

"بہت بہتر جناب.... ہمیں کہاں رہنا ہوگا"۔

"اس کوٹھی کے ایک کمرے میں.... اس کوٹھی میں ایک منزل زمین کے نیچے بھی ہے.... تم وہیں رہو گے"۔

"بہت بہتر جناب"۔ صابر نے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔

"ارے تمہاری آواز کانپ رہی ہے.... کیا تم سمجھ رہے ہو، میں تم سے مذاق کر رہا ہوں.... ڈرو نہیں.... اور ہاں.... تمہارا انعام میز کی دراز میں رکھا ہے.... دراز کھول کر نکال لو"۔

چاروں کی حالت بہت بری تھی.... ان کے ہاتھ اور پیر کانپ رہے تھے

.... موت انہیں اپنے سروں پر نظر آ رہی تھی.... اس سے پہلے وہ اپنے باس کے متعلق بہت کچھ سن چکے تھے، اس بار خود ان کی باری تھی.... آخر صابر آگے بڑھا.... اسے معلوم تھا کہ جونہی وہ دراز کھولے گا، اندر سے کوئی ایسی چیز نکلے گی جو ان کا کام تمام کر دے گی.... اس کے باوجود وہ دراز کھولنے پر مجبور تھا.... دراز کھولنے سے پہلے صابر نے چھت کی طرف منہ کر کے کہا۔

"باس، اگر ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو ہمیں ایک مرتبہ معاف کر دیں.... کم از کم ایک مرتبہ"۔

"صابر.... تم تو یونہی ڈر رہے ہو.... میز کی دراز میں تمہارا انعام موجود ہے"۔

"بہت اچھا باس.... اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو.... یونہی سہی"۔

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے میز کی دراز کھول ڈالی.... دراز میں ایک چھوٹا سا پیکٹ رکھا تھا.... اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ پیکٹ اٹھا لیا۔

"میں نے دراز میں سے پیکٹ اٹھا لیا ہے باس.... اب کیا کروں"۔

"اسے کھولو اور رقم برابر برابر تقسیم کر لو"۔

"بہت اچھا باس"۔ صابر نے کہا اور پیکٹ کھولنے لگا۔

موٹی کاغذ کے پھٹتے ہی پیکٹ میں سے گہرے نیلے رنگ کا دھواں تیر کی طرح نکلا اور ادھر ان چاروں کے حلق سے آخری چیخیں نکلیں.... دوسرے ہی لمحے چاروں کمرے کے فرش پر مردہ پڑے تھے.... انہیں انعام مل چکا تھا.... اس وقت کمرے کی چھت سے آواز ابھری۔

"یہی تمہارا انعام تھا.... بے شک تمہارا کوئی قصور نہیں تھا.... تم نے کوئی غلطی نہیں کی تھی، مگر میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی تمہارے ذریعے محمود، فاروق اور فرزانہ کی گمشدگی کا سراغ لگا سکے"۔

4

اچانک محمود کی آنکھ کھل گئی..... وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا..... آنکھیں مل کر اس نے ادھر ادھر دیکھا..... فاروق اور فرزانہ اس کے قریب ہی بے ہوش پڑے تھے' وہ ایک بڑے کمرے میں تھے' کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند تھے..... محمود سوچنے لگا..... وہ کہاں ہیں..... یہ وہ کمرہ تو نہیں جو عامر روڈ کی دسویں عمارت کا تھا ..... اور جس میں وہ بوڑھے کے پیچھے چلتے ہوئے پہنچے تھے..... اس نے ایک نظر فاروق اور فرزانہ پر ڈالی..... پھر انہیں جھنجھوڑنے لگا۔

"کیا ہے..... کیوں نیند خراب کر رہے ہو..... اتنے دنوں کے بعد تو اس قدر گہری نیند آئی ہے"۔ فاروق نیم بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑایا۔

"اٹھو..... ہم نہ جانے کہاں ہیں"۔

"ہم وہیں ہیں جہاں سے ہمیں بھی اپنی خبر نہیں آتی"۔ فرزانہ گنگنائی۔

"تمہیں شاعری کی سوجھی ہے اور مجھے جانوں کے لالے پڑے ہیں"۔

"کیا کہا..... اولے پڑے ہیں"۔ فاروق چونکا مگر اس کی آنکھیں بند ہی رہیں۔

"کیا تم بے ہوش ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہو گئے ہو"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"بہرے ہو گئے تم خود..... اور بے ہوش بھی..... میں تو بالکل ٹھیک ہوں"۔ فاروق تنک کر بولا۔

"تو پھر آنکھیں کھولو"۔

"جاؤ..... نہیں کھولتا"۔ فاروق نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"ہاں جاؤ..... میں بھی نہیں کھولتی..... کر لو..... جو کرنا ہے"۔ فرزانہ بھی اس کے انداز میں بولی۔

محمود سمجھ گیا..... کہ انہیں جس گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے' فاروق اور فرزانہ کے ذہن پر ابھی تک اس کا اثر ہے..... تبھی تو اس طرح باتیں کر رہے ہیں جیسے نشے میں ہوں..... اب اسے یاد آیا..... وہ عامر روڈ کی عمارت کے کمرے میں بند کر دیے گئے تھے..... پھر باتھ روم خانے کا دروازہ کھلا تھا اور چار لمبے تڑنگے نوجوان کمرے میں آ گھسے تھے..... پھر ان میں سے ایک نے پستول نکال لیا تھا..... اسی وقت دوسرے نے انہیں باری باری کچھ سونگھایا تھا اور وہ پٹ سے بے ہوش ہو گئے تھے..... اس کے بعد انہیں اب ہوش آیا تھا۔

"کیا بات ہے..... تم بولتے بولتے..... اور سوال کرتے کرتے چپ کیوں ہو گئے"۔ فاروق بڑبڑایا۔

"شاید سوالوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا"۔ فرزانہ اس طرح ہنسی جیسے کوئی خواب دیکھتے ہوئے ہنس پڑتا ہے۔

"ارے..... میں کہتا ہوں..... اب اٹھ بیٹھو"۔

"اٹھتے بیٹھتے رہو تم خود ہی"۔ فرزانہ بولی۔

محمود کو غصہ آنے لگا..... اس نے دونوں کے بال پکڑے اور جھٹکے دینے لگا۔

"ہائیں..... شاید زلزلہ آ رہا ہے"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا اور آنکھیں

کھول دیں۔

"ارے باپ رے.... بھاگو پھر تو.... کہیں آسمان ٹوٹ کر ہم پر نہ گر پڑے"۔ فرزانہ نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا.... ساتھ ہی اس کے بالوں کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔

"ہائیں.... یہ ہم کہاں ہیں؟"۔ فاروق نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"خدا کے لیے ہوش میں آؤ.... ہم کسی بڑے چکر میں پھنس گئے ہیں"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"تو ہم کسی چھوٹے چکر میں کب پھنستے ہیں.... ہمیشہ بڑے بڑے چکروں سے ہی واسطہ پڑتا ہے"۔ فرزانہ بولی۔

"تم.... یوں نہیں مانو گے"۔

"تو کیا ہم تم سے روٹھے ہوئے ہیں.... مگر ہماری لڑائی کب ہوئی تھی"۔

"وحشت تیرے کی"۔ محمود نے ران پر ہاتھ مارا۔

چند منٹ اور اوٹ پٹانگ باتیں کرنے کے بعد وہ دونوں بھی ہوش میں آ گئے اور انہیں سب کچھ یاد بھی آ گیا' فاروق نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آخر ہم کہاں ہیں.... یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے"۔

"معلوم ہوتا ہے کسی نے ہمارے لیے جال پھیلایا تھا"۔ محمود بولا۔

"لیکن یہ جال کہاں سے شروع ہوا ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"یا تو ہمارے شہر سے ہی شروع ہوتا ہے یا پھر خان آباد سے"۔ محمود نے کہا۔

"اگر یہ جال ہمارے اپنے شہر سے شروع ہوا ہے تو پھر تو یہ بہت بڑا جال ہے.... اور ہمیں اس کی فکر کرنی چاہیے اور اگر جال یہاں سے شروع ہوا ہے تو بھی یہ کچھ زیادہ چھوٹا نہیں ہے اور ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہو گا"۔ فاروق کہتا چلا

گیا۔

"کیا جان جال لگا رکھی ہے.... سنجیدگی سے صورت حال پر غور کرو"۔ محمود جھنجلا اٹھا۔

"جی اچھا"۔ فاروق اور فرزانہ نے ایک ساتھ کہا۔

"تو آؤ.... پہلے ان دروازوں اور کھڑکیوں کا تو جائزہ لے لیں.... باہر جھانکنے کی کوشش کریں تاکہ معلوم ہو' ہم خان آباد کے اندر ہی ہیں یا کہیں دور پہنچا دیے گئے ہیں"۔

"ظاہر ہے' دروازے اور کھڑکیاں بند ہی ہوں گے.... پھر بھلا جا کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے"۔ فاروق نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر کہا۔

"تم سے زیادہ سست بھی ہم نے کوئی نہ دیکھا ہو گا"۔ فرزانہ نے جل کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی.... محمود نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"اچھا.... یوں کرو.... تم دونوں دروازے دیکھ لو.... میں بعد میں کھڑکیوں کو آزماؤں گا"۔ فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔

"بس بس.... ہمیں غصہ نہ دلاؤ.... ورنہ دونوں مل کر تمہاری مرمت کر دیں گے"۔ محمود نے اسے گھونسا دکھایا۔

"وہ اس لیے کہ تم میں سے کوئی ایک میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا"۔

"اچھا یہ بات ہے.... آؤ پھر مجھ سے مقابلہ کرو"۔ محمود دروازے کی طرف جاتے جاتے رک گیا۔

"تم بھی اس کی باتوں میں آ گئے.... میں کہتی ہوں.... کام کرو.... کام کہیں ہم ہاتھ ملتے نہ رہ جائیں"۔

محمود کو جیسے ہوش آ گیا.... دانت پیستے ہوئے واپس مڑا اور دروازے کے قریب پہنچ گیا.... دوسرے ہی لمحے اس نے دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر اپنی

طرف کھینچا... تینوں چونک اٹھے محمود کے منہ سے نکلا۔

"ارے دروازہ تو کھلا ہے"۔

***

انسپکٹر جمشید تنویر خاں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے... ان کی نظریں کمرے کی ایک ایک چیز پر رینگنے لگیں... اچانک انسپکٹر جمشید کے نتھنوں میں ملی جلی سی بو آئی... ان کے منہ سے فوراً ہی نکلا۔

"وہ اس کمرے میں آئے ضرور تھے لیکن یہاں سے انہیں بے ہوش کر کے لے جایا گیا ہے"۔

"جی... کیا مطلب"۔ تنویر خاں چونک اٹھا... اسے حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ آخر اس شخص نے یہ اندازہ کس طرح لگا لیا۔

"ہاں... انہیں یہاں سے بے ہوش کر کے لے جایا گیا ہے"۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں"۔

"میرا منجھلا بیٹا فاروق ایک خاص قسم کی خوشبو اپنے کپڑوں پر لگانے کا شوقین ہے... کمرے کی فضا میں اس وقت بھی وہ خوشبو موجود ہے... لیکن اس کے ساتھ ایک تیز چبھنے والی گیس کی بو بھی کمرے میں رچی ہوئی ہے، میں اس بو کو بھی پہچانتا ہوں... یہ گیس آدمی کو فوراً بے ہوش کر دیتی ہے"۔

"لیکن ہم کیوں بے ہوش نہیں ہوئے؟"۔

"انہیں یہاں سے گئے کافی دیر ہو چکی ہے... اتنی دیر میں گیس بہت ہلکی ہو گئی ہے... اس لیے ہم پر اس کا اثر نہیں ہوا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کمال ہے... آپ طاقت ور تو ہیں ہی، ذہانت بھی کم نہیں پائی"۔

"شکریہ"۔ انہوں نے فکر مند ہو کر کہا۔

"اب آپ کیا کریں گے"۔

"میں سب سے پہلے یہاں کے تھانے جاؤں گا... تاکہ ان کی گمشدگی کی رپورٹ درج کراؤں اور پولیس بچوں کی تلاش کا کام شروع کر سکے... اس کے بعد خود بھی ان کی تلاش میں نکلوں گا"۔

"بہت خوب... تو آئیے... میں آپ کو تھانے لے چلوں"۔

"بہت بہت شکریہ"۔ انسپکٹر جمشید بولے... پھر وہ کمرے سے نکلنے کے لیے مڑے ہی تھے کہ ان کی نظر کھڑکی پر پڑی... وہ چونک اٹھے اور تیزی سے اس کی طرف گئے۔

تنویر خاں نے دیکھا... وہ کھڑکی کی ایک سلاخ سے بندھا ہوا نیلے رنگ کا ربن کھول رہے تھے۔

ان کی طرف واپس آتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ بچے اس کمرے میں موجود رہے ہیں... یہ میری بیٹی کا ربن ہے"۔

"مگر یہ ربن سلاخ سے کیوں بندھا ہوا تھا"۔

"یہ ضرور اس نے جان بوجھ کر باندھا ہوگا... تاکہ اگر میں پیچھے سے گزروں تو ربن بندھا ہوا دیکھ کر سمجھ جاؤں کہ وہ یہاں ہیں... لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ انہیں اس جگہ سے کہیں اور لے جایا جائے گا"۔

"کمال ہے... آپ کے بچے آپ سے کسی طرح کم نہیں... آئیے چلیں"۔

دونوں تھانے کی طرف روانہ ہو گئے... تھانے میں داخل ہوتے ہی کانسٹیبل اٹینشن ہو گئے۔

انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر تنویر خاں کی طرف دیکھا۔

تنویر خاں کے چہرے سے پر ایک پراسرار مسکراہٹ ناچنے لگی۔

"یہ کانسٹیبل آپ کا اس طرح ادب کر رہے ہیں جیسے آپ ان کے آفیسر ہوں"۔ آخر انہوں نے کہا۔

"جی ہاں .... میں ان کا آفیسر ہوں .... مجھ سے ملئے .... میں ہوں سپرنٹنڈنٹ تنویر خاں"۔

"کیا"۔

انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

O*O

5

ہوٹل تھری سٹار کے ایک کمرے میں تین آدمی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے .... ان کے پاس ہی ایک چھوٹی سی تپائی پر فون بھی رکھا تھا.... تاش کھیلنے کے ساتھ ساتھ وہ باتیں بھی کر رہے تھے۔

"یار جانی .... یہ صابر اور طارق وغیرہ کئی دن سے نظر نہیں آئے"۔ ان میں سے ایک نے اچانک کہا۔

"ہاں حاتم .... میں بھی سوچ رہا تھا.... ان کے سپرد ایک اہم کام لگایا گیا تھا .... شاید وہ اس کام کے سلسلے میں مصروف ہوں"۔ جانی نے کہا۔

"آخر وہ اہم کام کیا تھا"۔ حاتم نے پوچھا۔

"صابر نے صرف اتنا بتایا تھا کہ تین بچوں کو.... جو ہوٹل نیو سٹار سے نکلیں گے 'عامر روڈ والے ٹھکانے پر پہنچانا ہے.... اس نے یہ نہیں بتایا کہ بچے کون ہیں اور باس کو ان سے کیا کام ہے"۔

"عجیب بات ہے .... باس بچوں میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے"۔ تیسرے ساتھی نے کہا۔

"سلطان .... تم اسے نہیں جانتے 'کوئی بہت گہرا چکر معلوم ہوتا ہے"۔ حاتم نے کہا۔

"ہوں.... یہ تو خیر ٹھیک ہے.... ویسے ہم تو آج تک بھی ابھی اس کی حرکتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکے"۔ سلطان نے کہا۔

"اب ان دھماکوں کو ہی لے لو' آخر دکانوں میں دھماکے کیوں کرائے گئے.... اتنے آدمیوں کو کیوں زخمی اور ہلاک کرایا گیا۔

"اس سے اس کا کیا مقصد حل ہوا ہو گا"۔ جانی نے الجھ کر کہا۔

"خدا جانے .... یہ تو وہی جانے .... حاتم نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

"لیکن یہ نہ بھولو.... کہ اس کے کاموں میں ہم بھی برابر کے حصے دار ہیں.... یہ ہم تینوں ہی تھے جنہوں نے دکانوں میں بم رکھے تھے"۔ سلطان نے کہا۔

"ہاں .... یہ ٹھیک ہے.... لیکن ایسا ہم نے اس کے حکم پر کیا تھا.... اس لیے اصل مجرم تو وہ ہے"۔ حاتم بولا۔

"قانون کے نزدیک ہم بھی برابر کے مجرم ہیں"۔ جانی نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تینوں بھی گردن تک پھنسے ہوئے ہیں"۔ سلطان نے بوکھلا کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں خان آباد کی پولیس ہم تک نہیں پہنچ سکتی .... وہ اسے انگلیوں پر نچا سکتا ہے"۔ حاتم نے ہنس کر کہا۔

"پھر بھی.... ذرا یہ تو سوچو.... ہم بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ چکے ہیں.... کیا ان کا خون رنگ نہیں لائے گا"۔ سلطان بولا۔

"یہ خیال تمہیں آج آیا ہے.... جب تم ہمارے ساتھ بم رکھنے جاتے تھے اس وقت کیوں نہیں سوچا تھا"۔

"افسوس .... میں نے تم لوگوں میں شامل ہو کر غلطی کی"۔ سلطان نے

کہا۔

"لیکن اب تم نکل نہیں سکتے.... تمہاری زندگی اب اس کی مٹھی میں ہے اگر اسے تمہارے خیالات کی ہوا بھی لگ گئی تو وہ تمہیں انعام دے ڈالے گا"۔ حاتم نے کہا۔

"انعام .... کیا مطلب"۔ سلطان نے حیران ہو کر کہا۔

"تم اس کے گروہ میں نئے ہو.... اس لیے کچھ نہیں جانتے.... ہم لوگ اس کے انعام کے خیال سے بھی تھر تھر کانپتے ہیں"۔ جانی نے بتایا۔

"عجیب بات یہ ہے کہ اب دھماکوں کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے.... آخر کیوں.... کیا اس کا مقصد پورا ہو گیا ہے"۔ سلطان بولا۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے"۔ حاتم نے کہا.... چال چلو.... تم تو باتوں میں اس طرح کھو گئے ہو کہ چال چلنے کا بھی ہوش نہیں رہا"۔

"وہ ہاں.... چال.... یہ لو"۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی .... پتے ان کے ہاتھ سے گر گئے.... انہیں اپنے باس کا حکم تھا کہ سوتے وقت بھی ٹیلیفون سرہانے رکھ کر سوؤ.... اس کے علاوہ انہیں کون فون کر سکتا تھا.... جانی نے کپکپاتے ہاتھوں سے ریسیور اٹھایا اور بولا۔

"ہم .... میں .... جانی بول رہا ہوں جناب"۔

"ٹھیک ہے.... مگر تم کانپ کیوں رہے ہو' تمہاری آواز کیوں لڑکھڑا رہی ہے"۔

"جج .... جی.... شاید سردی زیادہ ہے"۔

"ہوں .... رات کے وقت خان آباد میں سردی ہو ہی جاتی ہے' کیا کر رہے تھے اس وقت"۔

"جی"۔ جانی کے منہ سے نکلا۔

"تاش کھیل رہے تھے... کیوں ٹھیک ہے نا"۔

"ج... جی... ہاں"۔ اس نے مشکل سے کہا۔

"اچھا سنو... تم تینوں کو ایک کام کرنا ہے"۔ دوسری طرف سے نرم لہجے میں کہا گیا۔

"جی فرمائیے"۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"ٹھکانہ نمبر چار کو ہر وقت اپنی نظروں میں رکھنا ہے... تم اس کے اندر داخل نہیں ہو گے... آس پاس درختوں میں چھپ کر یا درختوں پر چڑھ کر اس کی نگرانی کرو گے... کوئی عمارت کے اندر نہ جانے پائے اور نہ ہی کوئی عمارت سے باہر جانے پائے... عمارت کے اندر داخل ہونے والے کو تم فوراً گولی مار سکتے ہو' اور اگر کوئی عمارت سے باہر نکلے تو اسے بے ہوش کر کے دوبارہ عمارت میں پہنچا دینا... جب عمارت میں روشنی نظر آئے تو خود بھی چلے آنا"۔

"جی بہت بہتر... کیا عمارت میں کچھ لوگ موجود ہیں"۔

"ہاں... لیکن تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں... بس جتنا کہا ہے' صرف اتنا ہی کرو"۔

"جی بہتر"۔

"لیکن... نمبر چار تک جانے سے پہلے تم میرے پاس آؤ گے... تاکہ تمہیں اپنی حفاظت کے لیے کچھ چیزیں دی جا سکیں"۔

"بہت بہت شکریہ جناب"۔ جانی نے کانپتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا... جانی کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ کر نیچے لٹکنے لگا... حاتم نے اسے اٹھا کر کریڈل میں رکھا اور کہا۔

"کیا بات ہے... خیر تو ہے"۔

"ایک بہت ہی عجیب و غریب حکم ملا ہے... ہمیں نمبر چار ٹھکانے کی نگرانی کرنی ہے... اس کے باہر درختوں میں چھپ کر نگرانی کریں گے' اگر کوئی عمارت کے اندر جانے کی کوشش کرے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی اور اگر عمارت میں سے کوئی باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اسے بے ہوش کر کے واپس عمارت میں پہنچانا ہو گا' نگرانی چوبیس گھنٹے جاری رہے گی"۔ جانی نے کہا۔

"حکم عجیب تو ضرور ہے لیکن تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں ہو"۔ حاتم بولا۔

"وہاں جانے سے پہلے ہمیں اس کے پاس جانا ہو گا... اس نے کہا ہے کہ وہ ہمیں اپنی حفاظت کے لیے چیزیں دے گا... جو نگرانی کے دوران ہمارے کام آئیں گی"۔ جانی نے بتایا۔

"تو پھر... اس میں فکر مند ہونے والی کون سی بات ہے"؟" سلطان نے حیران ہو کر کہا۔

"تم نہیں جانتے... اس کے کان بہت لمبے ہیں... کہیں اس نے ہماری باتیں سن نہ لی ہوں"۔

"بھلا وہ ہماری باتیں کس طرح سن سکتا ہے"؟" سلطان بولا۔

"تم اسے نہیں جانتے... وہ بہت عجیب ہے... اگر اس نے تمہاری باتیں سن لی ہیں' تو پھر یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا"۔ جانی نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

"ارے... تم تو یونہی ڈر رہے ہو... شاید تمہیں وہم ہو گیا ہے... ہمیں اس کے پاس کب چلنا ہے"؟" سلطان نے ہنس کر کہا۔

"ابھی"۔ جانی بولا۔

"تو پھر چلو" سلطان نے اکڑ کر کہا۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے ... آدھ گھنٹے بعد وہ ایک عمارت میں داخل ہو رہے تھے ... انہیں پوری عمارت میں کوئی بھی نظر نہ آیا ... سلطان حیرت زدہ تھا ... ایک کمرے کا دروازہ انہیں چوپٹ کھلا نظر آیا ... تینوں اس میں داخل ہو گئے۔

"ہم حاضر ہو گئے ہیں باس"۔

"بہت خوب" چھت میں سے آواز آئی ... اور سلطان چونک کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

"جانی ... یہ تمہارا تیسرا ساتھی سلطان بہت دلچسپ اور دلیر آدمی ہے"۔

"جی"۔ جانی کے منہ سے نکلا ... اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ... باس کے اس جملے کا مطلب تھا اس نے تینوں کی باتیں سن لی تھیں۔

"ہاں میز کی دراز میں تم تینوں کے لیے ایک ایک چیز موجود ہے ... ان پر تمہارے نام لکھے ہوئے ہیں ... وہ لے لو"۔

"باس ... سلطان میرا بچپن کا دوست ہے ... اور میرے کہنے پر ہمارے ساتھ شامل ہوا تھا"۔

"ہاں ہاں ... میں جانتا ہوں ... میں ایسے دلیر آدمیوں کی دل سے قدر کرتا ہوں"۔

"بہت اچھا باس"۔

جانی نے کہا اور میز کی دراز کھول ڈالی ... اس میں تین پیکٹ رکھے تھے ان پر ان تینوں کے نام لکھے تھے ... جانی نے پہلے اپنا پیکٹ اٹھایا ... پھر حاتم کا پیکٹ اسے دیا اور اس کے بعد سلطان کا پیکٹ اٹھا کر اسے دے دیا۔

"اب اپنے اپنے پیکٹ کھولو ... ان میں تمہاری حفاظت کا سامان موجود ہے ... یہ سامان اپنے ساتھ لے کر تم ٹھکانے نمبر چار پر جاؤ گے اور باہر رہ کر اس

کی نگرانی کرو گے ... ہدایات میں پہلے ہی دے چکا ہوں"۔

"جی ہاں"۔

وہ اپنے اپنے پیکٹ کھولنے میں مصروف تھے ... اچانک سلطان کے منہ سے ایک چیخ نکلی ... پیکٹ سے ایک زہریلی سوئی تیر کی طرح نکلی تھی اور سلطان کے دائیں گال میں چبھ گئی تھی ... جانی اور حاتم نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا ... وہ لکڑی کے ایک تختے کی طرح زمین پر آ رہا ... دونوں اس پر جھکے مگر وہ تو ... دم توڑ چکا تھا۔

اس کے منہ سے نیلے رنگ کا جھاگ نکل رہا تھا۔

***

"اگر دروازہ کھلا ہے تو باہر نکلو ... ہم یہاں رہنے کے لیے تھوڑا ہی آئے ہیں"۔ فاروق نے کہا اور دوڑ کر ان کے پاس پہنچ گیا ... محمود اور فرزانہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اب کیوں اٹھ آئے"۔ فرزانہ نے دانت پیس کر کہا۔

"اب مجھے کیا معلوم تھا کہ دروازہ کھلا ہو گا ... میرا تو خیال تھا کہ دروازے اور کھڑکیاں بند ہوں گی اور تمہارے دروازے تک جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا ... بس تم منہ لٹکا کر میرے پاس واپس آ جاؤ گے ... اس لیے میں نے سوچا دروازے پر جانے کا کیا فائدہ"۔

فاروق بولتا چلا گیا۔

"بکواس بند کرو"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"بہت اچھا بھائی جان"۔ فاروق نے سہم کر کہا۔

محمود نے دروازہ کھول ڈالا تھا ... ان کے سامنے ایک برآمدہ تھا ... وہ برآمدے میں آ گئے ... دائیں بائیں دو کمرے اور تھے لیکن ان کے دروازوں پر

تالے لگے ہوئے تھے.... اس سے ذرا آگے انہیں ایک زینہ نیچے جاتا نظر آیا.... زینے کے ساتھ ساتھ لوہے کا جنگلہ گول دائرے کی شکل میں دوسری طرف چلا گیا تھا۔

تینوں تیزی سے جنگلے کی طرف بڑھے اور نیچے جھانک کر دیکھا.... وہ عمارت ایک اونچے سے ٹیلے پر بنی ہوئی تھی۔

"کیا خیال ہے.... کیا ہم زینے کے ذریعے نیچے چلیں"۔ محمود نے کہا۔

"اس کے سوا ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔ فرزانہ بولی۔

"جنگلے کے ذریعے بھی تو نیچے چھلانگ لگا سکتے ہیں‘ اس طرح ہم جلدی اس عمارت سے باہر نکل جائیں گے"۔ فاروق مسکرایا۔

"تو شوق سے چھلانگ لگا دو.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوں گا"۔ فرزانہ بولی۔

"کیا فائدہ.... تم تو میرے ساتھ چھلانگ لگاؤ گی نہیں"۔ فاروق نے کندھے اچکائے۔

"فاروق وقت ضائع نہ کرو"۔

"وقت تم خود ضائع کر رہے ہو.... چلو کمرے میں واپس چل کر آرام کریں"۔ فاروق نے کہا۔

"کیا مطلب.... کیا تم نہیں چاہتے ہو.... اس عمارت سے نکلنا نہیں چاہتے"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"اس عمارت سے نکلنا اتنا آسان نہیں‘ جتنا تم سمجھ رہے ہو"۔

"تو پھر کتنا آسان ہے‘ ذرا تم ہی بتا دو"۔ فرزانہ نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"یہ کھلے دروازے‘ کھڑکیاں اور زینہ.... ہمیں کھلے الفاظ میں دھمکی

دے رہے ہیں کہ عمارت سے باہر قدم رکھ کر دیکھو.... تمہارا کیا حشر ہوتا ہے"۔

"یار بے پر کی نہ اڑایا کرو.... اب تمہیں در و دیوار بھی دھمکیاں دینے لگے"۔ محمود نے کہا۔

"خود ہی سوچو.... جو شخص اتنی آسانی سے ہمیں یہاں لا سکتا ہے‘ وہ کیا نہیں کر سکتا.... آخر اس عمارت میں ہمارے علاوہ کوئی اور کیوں نہیں ہے‘ کیا اس کے پاس اس کے لیے کام کرنے والے نہیں ہیں"۔

"ہیں کیوں نہیں.... آخر ہمیں یہاں کوئی تو اٹھا کر لایا ہے"۔

"پھر.... آخر وہ اس عمارت میں کیوں نظر نہیں آتے"۔ فاروق نے سوال کیا۔

محمود اور فرزانہ سوچ میں ڈوب گئے.... ان کے پاس فاروق کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا.... آخر فرزانہ نے کہا۔

"محمود.... میرا خیال ہے‘ فاروق ٹھیک کہتا ہے"۔

"وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں.... آخر اس صورت میں ہمیں باہر نکل کر دیکھنا ہو گا.... اس طرح معلوم ہو سکے گا کہ یہاں اس کا کوئی آدمی نہیں ہے"۔ محمود نے کہا۔

"ہوں.... یہ بھی ٹھیک ہے.... کیوں فاروق کیا خیال ہے"۔

"تو پھر چلو.... جو ہو گا.... دیکھا جائے گا"۔

تینوں زینے پر پہنچ گئے اور پھر سیڑھیاں اترنے لگے.... نیچے بھی انہیں چند کمرے نظر آئے۔ ان کے دروازوں پر بھی قفل پڑے تھے.... اب ان کے سامنے ایک لوہے کا گیٹ تھا.... وہ لوہے کے گیٹ کی طرف بڑھے اچانک فرزانہ چلتے چلتے رک گئی.... اس نے سرگوشی میں کہا۔

"ٹھہر جاؤ.... گیٹ کے قریب نہ جاؤ"۔

6

چند لمحے تک خاموش رہنے کے بعد انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا"۔

"بس.... میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ کا ان دھماکوں سے کیا تعلق ہے.... آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ اور آپ کے بچے دھماکے کرانے والوں کا کھوج لگانا چاہتے ہیں.... اسی لیے میں آپ کے پاس ہوٹل میں گیا تھا کہ آپ کو تمام حالات بتا سکوں.... ویسے میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بچے عامر روڈ کی عمارت سے بھی غائب کر دیے جائیں گے"۔

"میں خود حیران ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ ان حرکتوں کے پیچھے کون ہے اور کیا چاہتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس سے زیادہ حیرت مجھے اس پر ہے کہ آپ اپنے بچوں کے لیے بالکل بھی فکر مند نہیں ہیں اور سکون سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں"۔ تنویر خاں نے کہا۔

"اب انہیں تلاش کرانا تو آپ کا کام ہے.... رپورٹ لکھیے اور ان کی تلاش میں ادھر ادھر آدمی دوڑایئے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"وہ تو خیر میں کروں گا.... لیکن کیسے باپ ہیں کہ بچوں کا خیال آپ کو نہیں ستا رہا"۔

"میں ان سے اچھی طرح واقف ہوں.... وہ حالات کا مقابلہ کرنا جانتے ہیں.... انہوں نے گھبرانا نہیں سیکھا"۔

"بہت خوب.... تو پھر لکھوایئے رپورٹ.... ویسے میرا خیال ہے کہ آپ دارالحکومت سے آئے ہیں"۔

"ہاں.... یہ ٹھیک ہے"۔

"کیا آپ صرف سیر کی غرض سے آئے ہیں یا کوئی کام تھا"۔

"یہی سمجھ لیجئے.... ظاہر ہے.... اس شہر میں دوسرے شہروں کے لوگ سیر و تفریح کی غرض سے ہی آتے ہیں"۔

"اچھا خیر.... آپ کا پورا نام کیا ہے"۔ تنویر خاں نے پوچھا۔

"جمشید احمد"۔

تنویر خان رپورٹ لکھنے لگے.... آخر انہوں نے رپورٹ مکمل کر لی اور انسپکٹر جمشید کے دستخط کرا لیے۔

انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے

"اچھا جناب بہت بہت شکریہ.... مجھے امید ہے کہ آپ تینوں بچوں کو تلاش کرانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے"۔

"جی ہاں.... کیوں نہیں.... آپ اب کہاں جائیں گے"۔

"ہوٹل نیو سٹار ہی جاؤں گا"۔

"ٹھیک ہے.... اگر ان کے بارے میں ہمیں کامیابی ہوئی تو میں آپ کو فون کر دوں گا"۔

"ٹھیک ہے.... شکریہ"۔

انسپکٹر جمشید جانے کے لیے مڑے ہی تھے کہ ٹھٹک کر رک گئے.... کمرے میں ایک عجیب و غریب شکل و صورت کا آدمی اندر داخل ہو رہا تھا.... اس کی ناک

بہت لمبی تھی.... بالکل طوطے جیسی.... آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں.... جسم کا
رنگ بھورا تھا.... بال بالکل برف کی طرح سفید تھے.... اس کے باوجود وہ بالکل
جوان تھا.... بوڑھا ہرگز نہیں تھا.... اس پر نظر پڑتے ہی تنویر خاں اپنی کرسی سے
اٹھ کھڑا ہوا۔

"آیئے فیضان صاحب.... تشریف لایئے"۔

انسپکٹر جمشید کسی سوچ میں گم کمرے سے نکل گئے.... ان کے نکلتے ہی اس
شخص فیضان نے کہا۔

"یہ یہاں کس سلسلے میں آیا تھا"۔

"کون"؟ تنویر خان نے چونک کر کہا۔

"یہی.... جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے اٹھ کر گیا ہے"۔ فیضان نے
کہا۔

"کیوں.... کیا آپ اسے جانتے ہیں"۔ تنویر خاں چونکے۔

"ہاں.... اچھی طرح جانتا ہوں.... لیکن شاید آپ اسے نہیں جانتے"۔

"آج ہی ہوٹل نیو سٹار میں اسے دیکھا تھا.... ایک رپورٹ لکھوانے کے
سلسلے میں یہاں آیا تھا مگر آپ کچھ عجیب سے انداز میں اس کا ذکر کر رہے ہیں....
آخر بات کیا ہے"۔ تنویر خاں کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پہلے یہ بتایئے.... یہ کیسی رپورٹ درج کرانے آیا تھا"۔

اس کے تین بچوں کو اغوا کر لیا گیا ہے"۔

"اوہ.... تو پھر سنو.... یہ اپنے وقت کا عجیب ترین آدمی ہے.... اس کے
بچے بھی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہیں.... دارالحکومت کی یہ مشہور شخصیت
ہے.... جرائم پیشہ لوگ اس کے نام سے تھراتے ہیں' اس کے سائے سے بھی
دور بھاگتے ہیں.... بڑے بڑے غیر ملکی جاسوسوں کو اس نے ناکوں چنے چبوائے

ہیں.... یہاں تک کہ جیرال جیسا مجرم بھی بھاگنے پر مجبور ہو گیا تھا"۔

"اوہ.... تب.... تو یہ انسپکٹر جمشید تھے"۔ تنویر خاں کے منہ سے بوکھلائے
ہوئے لہجے میں نکلا۔

***

"کیوں.... کیا بات ہے.... ہم گیٹ کے قریب کیوں نہ جائیں"۔ محمود نے
کہا' فاروق بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہم غلط فہمی میں مبتلا تھے.... اس عمارت میں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی
موجود ہے اور عمارت سے باہر بھی کچھ لوگ ہیں جو چاروں طرف سے اس
عمارت پر نظر رکھے ہوئے ہیں"۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو"؟ فاروق نے پوچھا۔

"اس طرح کہ ابھی ابھی میں نے اندر ایک ہلکی سی آہٹ سنی ہے جو شاید
تم دونوں نہیں سن سکے.... دوسری بات یہ ہے کہ ابھی ابھی میری نظر ایک
درخت پر پڑی ہے.... خبردار اوپر نہ دیکھنا.... انہیں یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ
ہم اصل معاملے کو بھانپ گئے ہیں.... ٹہلنے کے انداز میں واپس مڑو.... اور اندر
چلو"۔ فرزانہ نے دبی آواز میں کہا۔

"آخر تم نے درخت پر کیا دیکھا"؟ محمود نے پوچھا۔

"اندر چلو.... بتاتی ہوں"۔

تینوں واپس اندرونی حصے میں آ گئے.... پہلے انہوں نے اس کمرے کا رخ
کیا' جس میں وہ بند تھے.... اس کمرے میں کوئی فرنیچر نہیں تھا' دو الماریاں ضرور
تھیں' جن پر تالے پڑے تھے۔

خدا کے لیے جلدی بتاؤ.... تم نے درخت پر کیا دیکھا تھا"۔ محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

"میری نظر اچانک ہی پڑ گئی تھی .... پھر میں نے دوسری نظر درخت پر نہیں ڈالی"۔

"یہ تم نے یہ بتایا ہے کہ درخت پر کیا دیکھا تھا"۔ فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"انگارے نہ چباؤ... اس وقت ہمیں ٹھنڈے دل اور دماغ کی ضرورت ہے"۔ فرزانہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اب یہاں برف کہاں سے لاؤں"۔ فاروق نے کہا۔

"کیوں.... برف کی کیا ضرورت پڑ گئی"۔ محمود بولا۔

"دل اور دماغ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے"۔ فاروق مسکرایا۔

"چھوڑو یار.... کام کی بات کرو"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"سنو.... مجھے درخت پر ایک بندوق کی نالی گھنے پتوں سے جھانکتی دکھائی دی تھی"۔

"اوہ" محمود اور فاروق کے منہ سے نکلا۔ پھر فاروق نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، ہم یہاں نظر بند ہیں"۔

اس کے جملے پر دونوں مسکرائے بغیر نہ رہ سکے.... پھر محمود نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہاں باقاعدہ قید ہیں.... ارے ہاں .... فرزانہ تم نے کہا تھا کہ اندر بھی آہٹ سنائی دی تھی.... اگر یہ ٹھیک ہے تو ہمارا یہاں سے نکلنا اتنا آسان نہیں جتنا ہم سمجھ رہے تھے.... درختوں پر دشمن بندوقیں لیے پہرہ دے رہے .... ان لوگوں کی نظروں سے بچ کر نکلنا تو مشکل ہے ہی، جو

مکان میں موجود ہے، وہ بھی ہماری نظروں سے دور ہے.... نہ جانے مکان کے کسی گوشے میں ہے.... ظاہر ہے، اس کی نظر بھی ہم پر ہوگی.... اب ہم کریں تو کیا کریں"۔

"کیوں نہ اسے تلاش کریں جو مکان میں موجود ہے.... ذرا دیکھیں تو سہی.... وہ کون ہے.... کہاں چھپا ہوا ہے"۔ فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"بالکل ٹھیک ہے.... آؤ"۔ محمود نے کہا۔

تینوں اٹھ کھڑے ہوئے.... یہ ایک کافی بڑا تین منزلہ مکان تھا.... انہیں جس کمرے میں لا کر ڈالا گیا تھا، وہ دوسری منزل پر تھا.... سب سے پہلے انہوں نے یہی منزل دیکھی لیکن دوسری منزل کے دو کمروں پر قفل تھے.... البتہ ایک کمرہ اور ایسا نظر آیا جس کا دروازہ صرف بند تھا، اس پر تالا نہیں لگا ہوا تھا.... وہ دبے پاؤں اس میں داخل ہوئے.... کمرہ خالی تھا.... ایک طرف تین کرسیاں اور ایک میز موجود تھی.... ایک الماری میں کھانے کی کچھ خشک چیزیں نظر آئیں.... بجلی کا ایک ہیٹر اور چند برتن بھی تھے۔

"یہ شاید ہمارا کچن ہے"۔ فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہمارا نہیں.... ان کا.... جن کا یہ مکان ہے"۔ محمود نے کہا۔

"لیکن ہم بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں"۔ فاروق بولا۔

"ہاں.... اگر بھوک لگ رہی ہو تو ضرور کچھ کھا لو"۔

"نہیں.... پہلے ہم اسے تلاش کریں گے"۔ فرزانہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "کیا تم نہیں جانتے.... ابا جان ہمارے لیے کتنے پریشان ہوں گے"۔

"اتنے پریشان بھی نہیں ہوں گے.... وہ جانتے ہیں.... ہم جہاں بھی ہوں گے، خوش باش ہوں گے"۔ فاروق بولا۔

"لیکن شاید انہیں معلوم نہیں کہ ہم کتنے برے پھنسے ہیں"۔ فرزانہ

بولی۔

"تو کیا تمہیں معلوم ہے؟" محمود نے پوچھا۔

"ہاں، ہم کسی لمبے چوڑے چکر میں پھنس گئے ہیں.... ہمیں بہت ہی عجیب و غریب انداز میں اغوا کر لیا گیا ہے.... اغوا کرانے والا ہمیں بخوبی جانتا ہے.... وہ ابا جان سے بھی واقف ہے.... اس لیے وہ ہر طرح چوکس ہے اور اس کے ہر طرح چوکس ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے اس مکان میں کوئی چوکیدار نہیں رکھا بلکہ اس کے آدمی درختوں پر چڑھے پہرہ دے رہے ہیں.... اور شاید وہ خود مکان میں کسی جگہ موجود ہے، کسی ایسی جگہ جہاں سے وہ ہمیں بخوبی دیکھ رہا ہے، لیکن ہم اسے نہیں دیکھ سکتے"۔

"ہوں.... تم ٹھیک کہہ رہی ہو"۔ محمود نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ کھائے پیئے بغیر ہی کچن سے نکل آئے.... اس مرتبہ انہوں نے گیٹ کا رخ نہیں کیا.... تمام کمروں کا جائزہ لیتے پھرے.... جن کمروں کے دروازے کھلے تھے اور ان میں بھی میزوں، کرسیوں یا آتش دان میں جلائی جانے والی لکڑیوں کے سوا کچھ نہیں تھا.... تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، الٹی سر ہلایا اور پھر اوپر چڑھے.... اب ان کا رخ تیسری منزل کی طرف تھا۔

"وہ جو کوئی بھی ہے.... تیسری منزل پر ہے"۔ فرزانہ نے سرگوشی کی۔

O*O

انسپکٹر جمشید سفید بالوں والے اس آدمی کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے تھے.... پولیس اسٹیشن کی عمارت سے باہر نکل کر وہ ایک طرف کھڑے ہو گئے اور سوچنے لگے.... اس آدمی کو وہ بخوبی جانتے تھے.... اس کا نام فیضان تھا.... اپنے شہر میں وہ اسے بیسیوں مرتبہ دیکھ چکے تھے.... بڑے بڑے افسروں، وزیروں اور امیروں کی محفلوں میں اسے شریک ہوتے دیکھا تھا.... لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ شخص کون ہے.... وہ اسے خان آباد کے تھانے میں آتے دیکھ کر حیران رہ گئے تھے اور اب کھڑے اس کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

آخر انہوں نے اس کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کر لیا.... وہ دیکھنا چاہتے تھے.... کہ یہ شخص کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے.... پولیس اسٹیشن کے باہر ایک نیلے رنگ کی کار کھڑی تھی.... انہوں نے سوچا، یہ ضرور فیضان کی کار ہے.... انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے نمبر نوٹ بک میں لکھ لیے اور ٹہلنے کے انداز میں کچھ دور چلے گئے.... دوسری طرف سے ایک ٹیکسی آتی نظر آئی.... انہوں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک لیا اور اس میں بیٹھتے ہوئے بولے۔

"چند منٹ ٹھہرو دوست.... ہمیں اس کار کا تعاقب کرنا ہے.... بل سے پچاس روپے زیادہ ادا کروں گا"۔

"بہت اچھا جناب"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے خوش ہو کر کہا' پھر کار کو دیکھ کر چونک اٹھا اور بولا۔

"کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ کس کی کار ہے"۔

"نہیں.... کیوں"؟" انسپکٹر جمشید نے انجان بن کر کہا۔

"تو پھر آپ اس کا تعاقب کیوں کرنا چاہتے ہیں"۔

"میرے افسر نے میری ڈیوٹی لگائی ہے.... میں پولیس کے محکمے میں ملازم ہوں"۔

"حیرت ہے.... بھلا پولیس والے اس کا تعاقب کیوں کریں گے... پولیس والوں سے تو اس کی گاڑھی چھنتی ہے"۔ ڈرائیور نے کہا۔

"مجھے تو کچھ معلوم نہیں بھائی.... نیا نیا ملازم ہوا ہوں.... کچھ تم ہی بتاؤ... یہ کون ہے"۔

"اس کا نام فیضان ہے.... یہ بہت بڑا آدمی ہے.... یہاں کے ایک ہوٹل کا مالک ہے.... دارالحکومت میں اس کے کئی کارخانے ہیں.... وزیروں اور امیروں سے اس کا تعلقات ہیں"۔

"بس.... یا کچھ اور بھی جانتے ہو"؟" انہوں نے پوچھا۔

"اس سے زیادہ تو میں نہیں جانتا.... ویسے بہت باعزت آدمی ہے"۔

"کیا بھی اس کا جرائم پیشہ لوگوں سے تعلق بھی رہا ہے"؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہرگز نہیں.... اس کے ہاتھ بالکل صاف ہیں.... جرم وغیرہ کے کاموں سے یہ دور رہتا ہے"۔

"ہوں.... یہ رہتا کہاں ہے"؟"

"اپنے ہوٹل ہی میں رہتا ہے.... ہوٹل کی اوپر والی منزل میں رہتا ہے....

سنا ہے' ان کمروں کے ٹھاٹھ شاہانہ ہیں.... غیر ملکی سامان اتنی کثرت سے موجود ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں"۔

اسی وقت دونوں چونک اٹھے.... فیضان عمارت سے باہر نکل رہا تھا۔

"چلو دوست تیار ہو جاؤ.... لیکن اسے تعاقب کا شبہ نہیں ہونا چاہیے"۔

"میں تعاقب کرنے کے لیے تیار ہوں.... لیکن اسے پتا چل گیا تو آپ کے ساتھ میری بھی شامت آجائے گی"۔

ڈرائیور نے پریشان ہو کر کہا۔

"فکر نہ کرو.... تم پر آنچ نہیں آئے گی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ ڈرائیور نے کندھے اچکائے۔

فیضان کار میں بیٹھ چکا تھا.... اس کار کے چلتے ہی ڈرائیور نے ٹیکسی اس کے پیچھے لگا دی۔

"آخر آپ اس کا تعاقب کیوں کرنا چاہتے ہیں.... ظاہر ہے کہ یہ یہاں سے اپنے ہوٹل میں ہی جائے گا"۔

"کوئی بات نہیں.... مجھے ہر حال میں اس کا تعاقب کرنے کی ہدایت ملی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے بات بنائی۔

"سچ بات تو یہ ہے جناب.... کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔ ڈرائیور کے لہجے میں تھرتھراہٹ تھی۔

"یار بہت بزدل ہو.... میں نے کہہ دیا کہ تم پر آنچ نہیں آئے گی.... اچھا یہ بتاؤ.... ہوٹل کے علاوہ بھی اس کا کوئی ٹھکانا ہے"۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا.... بہت بڑا آدمی ہے.... ضرور کوئی اور ٹھکانا بھی ہو گا"۔ ڈرائیور نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

"خان آباد میں یہ کب سے رہ رہا ہے"؟" انہوں نے پوچھا۔

"تقریباً پندرہ سال سے"۔
اسی وقت اگلی کار کی رفتار آہستہ ہو گئی.... ڈرائیور نے بھی ٹیکسی کی رفتار میں کمی کر دی۔
"تم نے نہیں بتایا کہ اس کے ہوٹل کا کیا نام ہے"۔
"وہ سامنے دیکھیے.... ہوٹل آ گیا ہے.... اس کی کار ہوٹل کے پارکنگ میں داخل ہو رہی ہے"۔
انسپکٹر جمشید نے نگاہ اوپر اٹھا کر ہوٹل کا نام پڑھا.... دوسرے ہی لمحے وہ حیران رہ گئے.... وہ ہوٹل نیو سٹار کے سامنے کھڑے تھے۔

***

تیسری منزل کا زینہ طے کر کے وہ ایک برآمدے میں پہنچ گئے.... تینوں پوری طرح چوکس تھے.... آپس میں کوئی بات بھی نہیں کر رہے تھے.... برآمدے کے دونوں طرف کمرے تھے.... وہ دائیں مڑے اور ایک ایک کمرے کے دروازے پر دباؤ ڈالتے آگے بڑھنے لگے.... اس کے ساتھ ساتھ وہ تالے کے سوراخ پر آنکھ لگا کر اندر بھی جھانکتے جا رہے تھے.... آخری کمرے کے بعد برآمدہ مڑ گیا تھا.... وہ بھی مڑے.... اب ان کے سامنے دو کمرے اور تھے.... ان کا جائزہ لینے کے بعد وہ واپس مڑے.... اور برآمدے کے بائیں طرف چل پڑے.... دوسرے کمرے کا دروازہ اندر سے کھلا ملا.... انھوں نے آہستہ آہستہ دھکیلا.... دروازہ کھلتا چلا گیا.... انھوں نے اندر جھانک کر دیکھا۔
کمرہ خالی تھا.... وہ دبے پاؤں اندر داخل ہوئے.... ادھر ادھر دیکھا کمرے کے فرش پر قیمتی قالین بچھا تھا جو بہت نرم اور موٹا تھا.... ایک طرف

بہت شاندار مسہری بچھی تھی جس پر کوئی موجود نہیں تھا.... بستر پر بھی کوئی سلوٹ نہیں تھی.... مسہری کے پاس ایک آرام کرسی بچھی ہوئی تھی.... اس کے ساتھ دیوار سے ایک کرسی لگی تھی اور کرسی کے آگے بڑی سی میز تھی.... میز بہت وزنی تھی.... اس پر ٹیلی فون رکھا تھا.... ٹیلی فون کے پاس راکھ دان تھا.... میز کے بالکل سامنے والی دیوار میں باتھ روم کا دروازہ تھا.... وہ دبے پاؤں اس طرف بڑھے.... باتھ روم کے دروازے کو دھکیل کر دیکھا.... دروازہ کھل گیا.... محمود نے پہلے تو اندر جھانک کر دیکھا' پھر وہ اندر داخل ہو گیا لیکن.... باتھ روم بالکل خالی تھا.... وہ باہر نکلا اور دھیرے سے بولا۔
"یہاں تو کوئی نہیں ہے"۔
"کمال ہے.... اگر اس کمرے میں بھی کوئی نہیں ہے تو پھر وہ کس کمرے میں ہے.... جب کہ یہاں مسہری بھی بچھی ہے' فون اور دوسری چیزیں بھی موجود ہیں"۔
"معلوم ہوتا ہے اس نے سلیمانی ٹوپی پہن رکھی ہے"۔ فاروق گنگنایا۔
"دیکھو.... اس وقت مذاق نہ کرنا"۔ محمود نے گویا اسے دھمکی دی۔
"کیوں.... اس وقت کیا بات ہے۔ کیا یہاں کوئی بورڈ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے' یہاں مذاق کرنا منع ہے"۔ فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔
"خدا کے لیے خاموش رہو.... ہم کسی بہت ہی پراسرار آدمی کے چکر میں پھنس گئے ہیں"۔ فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔
"ہم جب بھی کسی پراسرار آدمی کے چکر میں پھنسے ہیں.... پراسرار طریقے ہی سے بچ بھی نکلے ہیں' پھر بھلا فکر کی کیا ضرورت ہے"۔ فاروق نے کہا۔
"آؤ.... باقی کے دو کمرے میں دیکھ لیں"۔ فرزانہ نے کہا۔
"ٹھیک ہے"۔ محمود نے کہا۔

تینوں اس کمرے سے نکل آئے اور برآمدے میں آگے بڑھتے چلے گئے ....اگلے دو کمروں کے دروازے باہر سے بند ملے.... انھوں نے چٹخنی گرا کر ایک کا دروازہ کھولا.... لیکن کمرہ خالی تھا.... اندر کچھ بھی نہیں تھا.... دوسرے کمرے کا بھی یہی حال تھا.... آخر وہ برآمدے میں کھڑے ہو گئے.... فرزانہ کسی گہری سوچ میں گم تھی.... آخر بولی۔

"وہ اگر ہے تو صرف اس کمرے میں .... جس میں مسہری بچھی ہوئی ہے"۔

لیکن ہم اس کمرے کو اچھی طرح دیکھ چکے ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"ہم کسی چیز کو نظر انداز کر آئے ہیں.... ہمیں ایک بار پھر چل کر دیکھنا چاہیے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"تمھیں تو وہم ہو گیا ہے"۔ فاروق نے اکتا کر کہا۔

"نہیں .... آؤ میرے ساتھ"۔ فرزانہ نے تیزی سے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

آخر وہ ایک بار پھر اس کمرے میں داخل ہوئے.... پورے کمرے کا بغور جائزہ لیا اور پھر دھک سے رہ گئے.... ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے.... ان کی نظریں اس میز پر رکھی ایک چیز پر جم کر رہ گئیں.... جو ٹیلیفون کے پاس پڑی تھی۔

O*O

8

انسپکٹر جمشید یہ جان کر حیران رہ گئے کہ فیضان ہوٹل نیو سٹار کا ہی مالک تھا .... وہ خود بھی تو اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے.... انھوں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بل کی رقم اور پچاس روپے زائد دے کر رخصت کیا اور خود ہوٹل میں داخل ہو گئے.... فیضان شاید اوپر والی منزل پر جا چکا تھا.... انسپکٹر جمشید ہال کی ایک میز پر بیٹھ گئے.... وہ سوچنے لگے.... محمود، فاروق اور فرزانہ تینوں یہاں سے گھومنے پھرنے کے لیے نکلے تھے.... ڈی ایس پی تنویر خاں نے جو کہانی سنائی ہے، اس کے مطابق تو انھیں باقاعدہ پروگرام بنا کر اغوا کیا گیا ہے.... تو کیا.... یہاں کوئی ہمیں جانتا ہے.... آخر وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے.... وہ دھماکے اس طرح یکایک بند کیوں ہو گئے.... جو اس شہر میں کئی دن سے جاری تھے.... کیا بچوں کے اغوا کا تعلق اسی ہوٹل سے ہے.... اگر اسی ہوٹل سے ہے تو پھر ضرور یہ فیضان کا کام ہو گا.... فیضان.... جو بہت بڑا آدمی ہے.... لیکن آخر اس کا اس حرکت سے کیا تعلق ہے.... وہ تھانے میں کیوں گیا تھا.... اس نے مجھے بالکل اس انداز میں دیکھا تھا.... جیسے مجھے اچھی طرح پہچانتا ہو.... لیکن.... اس کی آنکھوں میں میرے لیے دشمنی کی کوئی جھلک نہیں تھی.... پھر.... آخر یہ کیا چکر ہے.... میں ان تینوں کی تلاش کہاں سے شروع

شروع کروں... کیا اسی ہوٹل سے... ابھی وہ ان خیالات میں گم ہی تھے کہ اچانک انہوں نے تنویر خاں کی آواز سنی۔

"مجھے معاف فرمایئے گا... جناب"۔

"کیا ہوا... خیر تو ہے جناب... آپ مجھ سے کس بات کی معافی مانگ رہے ہیں"؟ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں آپ کو پہچان نہیں سکا... دراصل دارالحکومت کے اخبارات یہاں بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں' ابھی آپ کی تصویر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا... ورنہ میں پہلی نظر میں آپ کو پہچان جاتا۔

مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کے بچے میری آنکھوں کے سامنے اغوا ہو گئے... کیا وہ تینوں محمود' فاروق اور فرزانہ ہی ہیں"۔

"ہاں... وہی ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بہرحال اب میں بڑے پیمانے پر ان کی تلاش شروع کراؤں گا"۔

"وہ شخص... آپ کے پاس کس لیے آیا تھا"؟ اچانک انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"کون"۔ تنویر خاں کے منہ سے نکلا۔

"وہی سفید بالوں والا"۔

"اچھا... آپ مسٹر فیضان کے متعلق پوچھ رہے ہیں... کیا آپ انہیں نہیں جانتے"۔

"نہیں... یہ کون صاحب ہیں اور آپ کے پاس کس لیے آئے تھے"۔

"بہت بڑے آدمی ہیں... یہ ہوٹل انہی کا ہے... میرے بہت اچھے دوست ہیں' بس یونہی ملنے چلے آئے تھے"۔

"کیا ان کا تعلق کبھی جرائم پیشہ لوگوں سے بھی رہا ہے"؟ انسپکٹر جمشید نے

تنویر خاں کے جملوں پر توجہ دیے بغیر کہا۔

"ارے نہیں... ایسا تو آپ خیال بھی نہ فرمایئے... مسٹر فیضان تو انتہائی شریف آدمی ہیں"۔

"اس ہوٹل کے علاوہ اس کا اور کیا کاروبار ہے"؟ انہوں نے پوچھا۔

"آپ کے شہر میں دو تین کارخانے ہیں... اس سے زیادہ تو میں بھی نہیں جانتا"۔

"ہوں" انسپکٹر جمشید نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہو گئے۔

"مگر آپ ان کے بارے میں یہ باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں"۔ تنویر خاں کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔

"کچھ نہیں... یونہی... محمود' فاروق اور فرزانہ کے لیے کچھ کیجیے"۔

"کیوں نہیں... میں ابھی جاتا ہوں"۔

یہ کہہ کر تنویر خاں اٹھ کھڑے ہوئے اور انسپکٹر جمشید سے ہاتھ ملا کر چلے گئے... وہ کچھ دیر تو بیٹھے سوچتے رہے' پھر اچانک اٹھ کھڑے ہوئے... ان کا رخ ہوٹل کی تیسری منزل کی طرف تھا... جس میں فیضان رہتا تھا۔

****

کچھ دیر پہلے بھی وہ اس کمرے میں موجود رہ چکے تھے اور اس کا بغور جائزہ لیتے رہے تھے لیکن اس وقت انہوں نے میز پر رکھی اس چیز کی طرف توجہ نہیں دی تھی' یا پھر یہ تبدیلی ان کے کمرے سے نکلنے کے بعد آئی تھی۔

جس چیز نے ان کے رونگٹے کھڑے کیے تھے' وہ ایش ٹرے تھا... چاندی کا بنا ہوا خوبصورت ایش ٹرے جس میں سگریٹ یا سگار بجھائے جاتے ہیں... یہ ایش ٹرے پہلے بھی ٹیلیفون کے پاس موجود تھا' لیکن اس وقت اس میں دھواں

کی وہ پتلی سی لکیر اوپر نہیں اٹھ رہی تھی..... جو اس وقت ان کے رونگٹے کھڑے کرنے کی وجہ بنی تھی۔

دھوئیں کی اس لہریلی لکیر کا صاف مطلب یہ تھا کہ مکان میں ان تینوں کے علاوہ ضرور کوئی موجود تھا..... تو پھر..... وہ کون تھا اور کہاں تھا..... یہ سوال ان کے ذہنوں میں بار بار گونجنے لگے..... انہیں یوں لگا جیسے کوئی ان سے چیخ چیخ کر سوال کر رہا ہو..... وہ کہاں ہے..... وہ کون ہے؟"؟

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' پھر ان کی نظریں باتھ روم کے دروازے سے ٹکرائیں..... محمود نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کہا۔

"باتھ روم کا ایک بار پھر جائزہ لینا ہو گا"۔

اشارہ کرنے کے بعد محمود باتھ روم کی طرف بڑھا..... دروازہ اب بھی اندر سے بند نہیں تھا..... اس لیے دھکیلنے پر کھلتا چلا گیا..... وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گیا..... فاروق اور فرزانہ بھی باتھ روم کے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے۔

اندر کوئی نہیں تھا..... محمود کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہ پا کر وہ دونوں بھی اندر داخل ہو گئے۔

"تعجب ہے..... آخر وہ کہاں چھپا ہے"؟ فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"اب اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ گھر میں ہی موجود ہے..... وہ کہاں ہے..... اس کا جواب کیسے دیا جا سکتا ہے"۔ محمود نے کہا۔

"اگر اس باتھ روم کا کوئی اور دروازہ ہوتا تو پھر ہم یہ سوچ سکتے تھے کہ وہ ضرور ساتھ والے کمرے میں چھپا ہوا ہو گا..... لیکن اس باتھ روم میں کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے اور نہ ہی کمرے میں کوئی اور دروازہ ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"بس تو پھر..... یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ جادوگر ہے"۔ فاروق نے کہا۔

"ہر وقت بے تکی نہ ہانکا کرو"۔ محمود نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں..... کیا جادوگروں کا وجود نہیں"۔

"ہو گا لیکن ہم کسی جادوگر کی قید میں نہیں..... بلکہ ایک مجرم کی قید میں ہیں"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"تو وہ مجرم..... کیا جادوگر نہیں ہو سکتا"۔ فاروق بھلا کب چپ رہنے والا تھا۔

"اگر وہ جادوگر ہے تو پھر اس مرتبہ ہم پروفیسر انکل کے بنائے ہوئے کھلونوں کے ذریعے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے..... ہمیں کسی بزرگ سے کوئی تعویذ یا طلسمی انگوٹھی لانا ہو گی"۔ محمود نے تنگ آ کر کہا۔

"لا تو اس وقت سکیں گے جب یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو جائیں"۔ فرزانہ بولی۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس مرتبہ بہت برے پھنسے ہیں"۔ فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن..... اباجان اس مرتبہ ہم تک کیوں نہیں پہنچے..... کیا وہ ہماری تلاش میں نہیں ہوں گے"۔ محمود بولا۔

"تلاش میں تو وہ ضرور ہوں گے' لیکن تم جانتے ہو کہ ان کا طریقہ عجیب ہے..... وہ ہماری تلاش میں سڑکوں پر مارے مارے ہرگز نہیں پھریں گے..... بلکہ مجرموں کے ذریعے ہی ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اور ان کا یہ طریقہ بالکل درست ہے"۔ فاروق نے فرزانہ کو گھور کر کہا۔

"تو میں نے کب کہا ہے کہ غلط ہے"۔

"تم نے ان کے طریقے کو عجیب تو کہا ہے"۔

"ہاں ..... وہ اس لیے کہ دوسرے صاحبان سڑکوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں جب کہ وہ اطمینان سے کسی جگہ بیٹھے ہم تک پہنچنے کے بارے میں سوچ رہے ہوں گے"۔

اسی وقت انھوں نے کمرے میں ایک آہٹ سنی' تینوں بلا کی تیزی سے مڑے..... انھوں نے دیکھا..... میز کے ساتھ والی کرسی پر کوئی بیٹھا تھا۔

O*O

9

تیسری منزل پر ایک چوکیدار سٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا..... انسپکٹر جمشید کے قدموں کی آواز سن کر وہ چونک اٹھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا..... وہ برابر انھیں گھورے جا رہا تھا..... قریب آنے پر اس نے کہا۔

"کیا بات ہے..... آپ ادھر کیوں منہ اٹھائے چلے آ رہے ہیں..... یہ ہوٹل کا عام حصہ نہیں ہے"۔

"میں جانتا ہوں..... اس حصے میں مسٹر فیضان خود رہتے ہیں"۔

"اور پھر آپ اوپر چلے آئے"۔ چوکیدار کا لہجہ ناگوار تھا۔

"اس لیے کہ مجھے فیضان سے ملنا ہے"۔

"لیکن اس کے لیے پہلے ان کے سیکرٹری سے بات کی جائے گی..... وہ آپ کو مسٹر فیضان سے وقت لے کر دیں گے..... آپ اس وقت تشریف لائیں گے تو میں آپ کا استقبال کروں گا"۔

"تم تو پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو..... کیا نام ہے تمہارا"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں..... آپ نے میرا نام کیوں پوچھا"۔ اس نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"بس یونہی.... کیا نام بتانے میں کوئی حرج ہے"۔

"نہیں.... ایسی تو کوئی بات نہیں.... مجھے ضرغام کہتے ہیں"۔

"میرے ذہن میں بھی تمہارا یہی نام آرہا تھا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب"؟ وہ بری طرح چونکا۔

"مطلب یہ کہ تم جیسی شکل اور صورت کے آدمی کا نام ضرغام ہی ہونا چاہیے"۔

انہوں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا.... چوکیدار کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں.... اس کے ہونٹ موٹے، آنکھیں چھوٹی اور بھورے رنگ کی ٹماٹک ناک چپٹی جیسے کسی نے کوئی چیز مار کر چہرے کے ساتھ چپکادی ہو اور سر بالکل گنجا تھا۔

"دیکھیے جناب.... اگر آپ تہذیب کے دائرے سے باہر نکلے، تو میں برداشت نہیں کر سکوں گا"۔ اس نے برا مان کر کہا۔

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی.... ویسے اگر تم اپنی یہ مونچھیں اکھاڑنے کی اجازت دو تو کافی حد تک انسان نظر آنے لگو گے"۔

"پھر وہی.... اب معاملہ برداشت سے باہر ہو گیا ہے"۔

چوکیدار ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا، یہی نہیں.... اس نے اٹھتے اٹھتے ایک بھرپور گھونسہ، انسپکٹر جمشید کی طرف اچھال دیا.... وہ پہلے ہی ہوشیار تھے.... اچھل کر پیچھے ہٹ گئے۔

"بری بات ہے.... میں مسٹر فیضان سے ملنے آیا ہوں اور تم مجھ سے ہاتھا پائی پر اتر آئے ہو.... اگر انہیں یہ بات معلوم ہو گئی تو وہ تمہیں ملازمت سے نکال دیں گے"۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔

"ملازمت کی ایسی کی تیسی"۔ چوکیدار نے یہ کہتے ہوئے ایک لمبی چھلانگ

لگائی۔

ارادہ ان کے اوپر گرنے کا تھا.... لیکن برآمدے کی دیوار سے ٹکرایا.... منہ سے ایک کراہ نکلی لیکن پھر تیزی سے اٹھا اور اس مرتبہ پنڈلی میں اڑسا ہوا ایک لمبا سا خنجر نکال لیا۔

"اب تم میرے ہاتھ سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے"۔ اس نے غرا کر کہا۔

"کیا پھانسی چڑھنے کا ارادہ ہے"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"پھانسی تو اس وقت چڑھوں گا جب تمہاری لاش کسی کو ملے گی، میں تو تمہاری لاش کو ایسی جگہ لے جا کر دفن کروں گا کہ فرشتوں کو بھی ڈھونڈنے میں دشواری پیش آئے گی"۔

"بہت خوب.... کافی زندہ دل اور دلیر آدمی ہو.... چلو اب غصہ تھوک دو.... اور مسٹر فیضان کو اطلاع دو"۔

"خنجر دیکھ کر ڈر گئے.... لیکن میں ایک بار جس کے خون کا پیاسا ہو جاؤں، اسے کبھی معاف نہیں کرتا"۔

"بہت خوب.... اس وقت تک کتنے آدمیوں کا خون پی چکے ہو"۔ انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہ جانے کتنوں کا.... اب ایک اور کا اضافہ ہونے والا ہے"۔

"ارے باپ رے.... تم تو عادی قاتل ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے ہکلا کر کہا۔

"ہاں، اب آئی عقل.... لیکن بہت دیر سے آئی"۔

یہ کہہ کر وہ خنجر ہاتھ میں تولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"مجھے حیرت ہے.... تم جیسے آدمی کو مسٹر فیضان نے کیسے ملازم رکھ لیا"۔ انسپکٹر جمشید اس پر نظریں جمائے ہوئے بولے۔

"انہیں تو ضرورت ہی مجھ جیسے آدمیوں کی ہے"۔

"بہت خوب .... تو کیا انہوں نے ملازموں کی صورت میں خطرناک لوگوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے"۔

"مجھے دوسروں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں .... میں تو صرف اپنے بارے میں جانتا ہوں"۔

"بہت خوب .... تو پھر جاؤ اور مسٹر فیضان کو میرے آنے کی اطلاع کرو"۔

"جاؤں گا... اور ضرور جاؤں گا.... لیکن انہیں یہ اطلاع دینے جاؤں گا کہ برآمدے میں ایک ایسے آدمی کی لاش پڑی ہے جو زبردستی اندر گھسنا چاہتا تھا .... اور ایسے آدمیوں کے لیے مسٹر فیضان کی یہی ہدایت ہے کہ ان کا کام فوراً تمام کر دو"۔

"تو پھر تم کیوں دیر لگا رہے ہو.... آؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

وہ جان گئے تھے کہ اب یہ شخص نہیں مانے گا.... ان کا خیال ٹھیک ہی نکلا۔ اچانک ضرغام نے کھٹاک سے خنجران پر پھینک مارا تھا جب کہ اس سے پہلے پہلے اس کا انداز خنجر کو ہاتھ میں پکڑ کر حملہ کرنے کا تھا.... اس کے باوجود خنجران کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا ایک کھڑکی کی چوکھٹ میں گھس گیا.... اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھے اور ایک مکا ضرغام کی ٹھوڑی پر رسید کر دیا.... ضرغام تو اپنے خنجر کا انجام دیکھنے میں محو تھا' بچاؤ نہ کر سکا.... لڑکھڑا گیا.... اب انسپکٹر جمشید نے اسے مہلت دینا مناسب نہ سمجھا اور تابڑ توڑ مکے اس کی ناک اور ٹھوڑی پر رسید کر دیے.... پچکی ہوئی ناک کچھ اور بھی اس کے چہرے پر ساتھ لگ گئی.... خون قطروں کی شکل میں ٹپ ٹپ گرنے لگا۔

"جاؤ .... اور مسٹر فیضان کو میرے آنے کی خبر کرو"۔ انہوں نے غرا کر

کہا۔

ضرغام کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا.... وہ آگے پیچھے جھول رہا تھا' پھر اچانک وہ دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

انسپکٹر جمشید نے چوکھٹ میں گڑا خنجر نکالا اور کھڑکی کھول کر اسے ہوٹل کے گرد لگی باڑھ میں پھینک دیا.... کھڑکی بند کی' ہاتھ جھاڑے اور اس کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے جس کے سامنے کچھ دیر پہلے ضرغام بیٹھا تھا۔

کمرہ بہت بڑا تھا اور قیمتی سازو سامان سے بھرا پڑا تھا.... میزیں' کرسیاں' الماریاں اور دوسری تمام چیزیں غیر ملکی تھیں .... لیکن کمرے میں اس وقت کوئی نہ تھا.... بائیں دیوار میں ایک اور دروازہ نظر آیا.... انسپکٹر جمشید بے دھڑک اس کی طرف بڑھے اور دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔

انہوں نے دیکھا.... فیضان آرام کرسی میں لیٹا تھا.... اس کا منہ دوسری طرف تھا.... وہ ٹی وی دیکھنے میں محو تھا.... اس وقت ٹی وی پر باکسنگ کا کوئی مقابلہ ہو رہا تھا.... قدموں کی آہٹ سن کر اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا بات ہے ضرغام"۔

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا.... خاموش کھڑے رہے.... اپنی بات کا جواب نہ پا کر فیضان چونک کر مڑا۔

"جونہی اس کی نظریں انسپکٹر جمشید پر پڑیں.... وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

***

"ارے' آپ کی سلیمانی ٹوپی کہاں گئی"۔ فاروق کے منہ سے نکلا۔

"میں سلیمانی ٹوپی کے بغیر بھی جب چاہوں تمہاری نظروں سے اوجھل ہو

سکتا ہوں"۔ اس کی کھردری آواز کمرے میں گونجی۔

"آپ واقعی بہت بڑے مداری ہیں.... ہمیں اس وقت تک آپ نے جو تماشے دکھائے ہیں، ان سے ہم خوب لطف اندوز ہوئے ہیں.... اب ہمیں اجازت دیجئے.... ہمارے ابا جان ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے"۔ فاروق نے چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"اگر تم اپنے ابو کے لیے اتنے ہی پریشان ہو، تو انہیں بھی یہیں بلوا لیتے ہیں"۔ وہ خوفناک انداز میں مسکرایا۔

محمود اور فرزانہ خاموشی سے اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھے.... وہ بہت لمبا چوڑا لیکن پتلا دبلا تھا.... اس شخص کو انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا.... اس کے سر کے بال بالکل سیاہ اور گھنے تھے.... چہرے پر باریک سی مونچھیں بھی تھیں.... ناک لمبی اور نوک دار تھی.... ہونٹ گہرے سرخ رنگ کے تھے.... ٹھوڑی میں ایک گڑھا تھا.... دونوں سوچ میں گم ہو گئے.... کیا ہم اس شخص کو پہلے کہیں دیکھ چکے ہیں.... کم از کم کھردری آواز انہوں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

"نہیں نہیں.... وہ اس قسم کے مداری کے کھیل دیکھنے کے شوقین نہیں اور پھر وہ ہمیں یہاں دیکھ کر بہت ناراض ہوں گے کیوں کہ ہم تو ان سے اجازت لے کر سیر کرنے نکلے تھے"۔

"بہت خوب.... اگر تم نہیں چاہتے تو پھر وہ یہاں نہیں آئیں گے"۔ اس نے کہا۔

"تو پھر اس کا مطلب یہ کہ اب ہم ان کے پاس جا سکتے ہیں"۔

"ابھی نہیں میرے بچو.... اتنی بھی کیا جلدی ہے.... اب یہاں آ ہی گئے ہو تو کچھ دن تو رہو"۔

"جی بہت اچھا.... جیسے آپ کی مرضی.... لیکن اتنا تو کیجئے کہ ہمارے والد

صاحب کو اطلاع بھجوا دیں کہ ہم یہاں پر خیریت سے ہیں اور ان کی خیریت نیک مطلوب ہے"۔

"ضرور ضرور.... میں انہیں یہ اطلاع بھجوائے دیتا ہوں.... بلکہ تم کہو تو ابھی فون کر کے ان کی پریشانی رفع کر دی جائے"۔ وہ مسکرایا۔

"یہ تو اور بھی اچھا ہے"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"صرف تم ہی بولے جا رہے ہو.... کیا یہ دونوں گونگے ہیں"۔ اس نے محمود اور فرزانہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا آپ ان کی آواز بھی سننا چاہتے ہیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر یہ بول سکتے ہیں.... تو"۔

"جی ویسے تو یہ مجھ سے بہتر انداز میں بول سکتے ہیں لیکن شاید آپ سے ڈر رہے ہیں.... آپ فون کرنے کے بارے میں فرما رہے تھے"۔ فاروق نے گویا اسے یاد دلایا۔

"ہاں.... کیوں نہیں.... بہتر ہے.... تم خود ہی ان سے بات کر لو"۔

"بہت بہت شکریہ"۔ فاروق نے خوشی کے اظہار میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو بھئی.... ایسی بھی کیا بے تابی ہے.... میں نمبر تو ڈائل کر دوں"۔ اس نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر گھمانے لگا۔

"ہیلو.... یہ ہوٹل نیو ستارہ ہے نا.... اچھا تو جمشید احمد سے ملا دیجئے جی۔ جی ہاں.... وہ یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

"کمرے کا نمبر.... ٹھہریے.... میں بتاتا ہوں"۔ اس نے ریسیور میں کہا اور فاروق کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"تین سو دو اور تین"۔ فاروق نے جلدی سے کہا۔

"تین سو دو یا تین"۔ اس نے ریسیور میں کہا۔

چند سیکنڈ بعد دوسری طرف سے کہا گیا۔

"وہ شاید اپنے کمروں میں نہیں ہیں.... گھنٹی بج رہی ہے لیکن ریسیور کوئی نہیں اٹھا رہا ہے"۔

"ہوں.... اچھا وہ آئیں تو ان سے کہ دیجیے گا کہ ان کے تینوں بچے بالکل خیریت سے ہیں اور کچھ دیر کے بعد فون کریں گے"۔

"جی اچھا"۔

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑا.... اب محمود اور فرزانہ بھی فاروق کے نزدیک آ گئے تھے.... اس نے تینوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ اس وقت اپنے کمروں میں نہیں ہیں.... ہم ٹھہر کر ان سے بات کر لیں گے"۔

"شکریہ جناب.... آپ بہت اچھے میزبان ہیں"۔

"تم نے پوچھا نہیں.... کہ تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے"۔

"یہ بات تو ہم جانتے ہیں.... پوچھنے کی کیا ضرورت ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیا جانتے ہو؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی کہ یہاں ہم مداری کا کھیل دکھانے کے لیے لائے گئے ہیں"۔ فاروق بولا۔

"ہوں.... اچھا سنو.... یہ فون رکھا ہے.... جب چاہو اپنے والد کو فون کر لینا.... ہوٹل کے نمبر تو تمہیں معلوم ہی ہوں گے.... نہیں معلوم تو میں کاغذ پر لکھے دیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اس نے ہوٹل کے نمبر ایک کاغذ پر لکھ کر میز پر رکھ دیے۔

"لو.... اب میں تمہیں مداری کا ایک اور تماشہ دکھاتا ہوں.... کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر آؤ"۔ اس نے کہا۔

تینوں اپنی جگہ پر کھڑے رہے.... سوچ رہے تھے کیا کریں.... اس سے زیادہ عجیب و غریب مجرم سے آج تک ان کا پالا نہیں پڑا تھا جو ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا.... ہنسی مذاق کر رہا تھا.... بالکل اس طرح جیسے وہ اس کے گھرے دوست ہوں، فون کرنے کی اجازت بھی دے رہا تھا۔

"ارے بھئی.... کیا ڈر رہے ہو.... گھبراؤ نہیں.... میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا"۔

"گھبرانا کیسا"۔ فاروق نے کہا اور آگے بڑھ کر دروازے کی چٹخنی لگا دی۔

"بہت خوب، یہ ہوئی نا بات.... اب تینوں دیوار کے طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ.... فکر نہ کرو.... میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا.... صرف ایک تماشہ دکھاؤں گا.... تم دیوار کی طرف منہ کر کے سات تک گنو گے اور پھر منہ میری طرف کرو گے.... چلو شاباش"۔

تینوں نے اپنے منہ دیوار کی طرف کر لیے.... اس کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے.... اس مجرم کی کوئی کل سیدھی ہی نہیں تھی.... کوئی بات ان کے پلے پڑتی.... تب ہی وہ کچھ کرنے کا فیصلہ کر سکتے تھے.... پھر جونہی وہ سات تک گن کر واپس مڑے.... حیرت کے مارے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں.... مجرم کی کرسی خالی تھی.... کمرے کا دروازہ ابھی تک اندر سے بند تھا۔

وہ واقعی سلیمانی ٹوپی کے ذریعے ان کے سامنے سے غائب ہو چکا تھا۔

O*O

10

انسپکٹر جمشید اور فیضان چند لمحوں کے لیے ایک دوسرے کو گھورتے رہے' آخر فیضان نے نفرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"میرے رہائشی حصے میں آج تک کوئی بغیر اجازت اندر داخل نہیں ہوا .... آج کا دن ضرغام کی زندگی کا تو آخری دن ہو گا ہی' تم بھی یہاں سے بچ کر نہیں جا سکو گے"۔

"میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرے تینوں بچے کہاں ہیں .... رہی بات ضرغام کی .... تو وہ اس وقت باہر بے ہوش پڑا ہے .... میں نے اسے کہا تھا کہ میرے آنے کی اطلاع تم تک پہنچا دے لیکن اس نے کوئی دھیان نہ دیا .... جس کی سزا میں تو اسے دے چکا ہوں' اب تم اسے جو سزا دینا چاہو' خوشی سے دے سکتے ہو"۔

"تم نے کیا کہا .... تمہارے بچے .... بھلا میں ان کے بارے میں کیا بتا سکتا ہوں"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم بتا سکتے ہو یا نہیں لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ بات تم بخوبی جانتے ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تمہیں ضرور غلط فہمی ہو گئی ہے .... مگر مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے .... میں تمہارا کوئی ماتحت تو ہوں نہیں .... الٹا تم مجرم ہو میرے'

یہاں بغیر اجازت اندر داخل ہوئے ہو .... ٹھہرو .... میں تنویر خاں کو فون کر کے تمہیں اس کے حوالے کرتا ہوں"۔

اس نے کہا اور پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کرنے لگا .... انسپکٹر جمشید اطمینان سے کھڑے اسے نمبر گھماتے دیکھتے رہے .... ان کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

اچانک سلسلہ مل گیا .... لیکن پھر فیضان کے چہرے پر جھنجلاہٹ نمودار ہوتی نظر آئی .... اس نے جھلا کر کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں .... اس وقت تنویر خاں موجود نہیں ہیں .... لیکن میں تمہاری رپورٹ ضرور کروں گا .... صبح کا سورج تم حوالات کی کوٹھری سے نکلتا ہوا دیکھو گے"۔

"ٹھیک ہے .... جب تنویر خاں آ جائے تو اسے بلا لینا .... پہلے مجھے یہ بتا دو کہ بچے کہاں ہیں"۔

"میں نہیں جانتا .... تمہاری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں .... مجھ سے اس طرح گستاخی سے پیش آنے والا کبھی زندہ نہیں بچ سکتا"۔

"اور تم بھی سن لو .... اگر تینوں بچوں کے جسم پر ایک خراش بھی آئی تو میں تمہارا قبر تک پیچھا کروں گا .... تمہیں سانس بھی نہیں لینے دوں گا"۔ انسپکٹر جمشید کو بھی غصہ آ گیا۔

"بس .... بہت ہو چکا .... اب ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا .... چلے جاؤ یہاں سے"۔

"میں جا رہا ہوں .... لیکن تم بھی کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ .... تم خان بہادر دارالحکومت کے لوگوں کے لیے صرف ایک کہانی بن کر رہ جاؤ گے .... اس سے زیادہ کچھ نہیں"۔

"دیکھا جائے گا"۔ اس نے پھنکار کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ایک خونخوار نظر اس پر ڈالی اور دروازے کو ایک ٹھوکر مارتے ہوئے باہر نکل آئے۔

ضرغام ابھی تک بے ہوش پڑا تھا.... سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ سوچ رہے تھے.... نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا.... مجھے تو کبھی غصہ نہیں آتا.... لیفان کی شکل میں خدا جانے کیا بات ہے کہ اسے دیکھتے ہی غصہ آ گیا اور میں خود پر قابو نہ پا سکا۔

انہی خیالات میں گم وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور پھر چونک اٹھے .... فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

***

"ارے.... یہ حضرت کہاں چلے گئے"۔ فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"اڑنچھو ہو گئے"۔ فاروق نے کہا۔

"یہ تو سچ مچ مداری نکلے"۔ محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اب ہم کیا کریں"۔

فاروق نے جلدی سے کہا۔

"کرنا کیا ہے.... ڈو فون کریں.... شاید اباجان اپنے کمرے میں آ گئے ہوں"۔ فرزانہ بولی۔

"او ہاں.... جلدی کرو.... یہ سنہری موقع ہاتھ آیا ہے"۔

تینوں میز کی طرف لپکے.... محمود نے فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا اور جواب ملنے پر کمرہ نمبر تین سو دو یا تین سو تین سے ملانے کے لیے کہا.... فوراً ہی

انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو.... میں جمشید بول رہا ہوں"۔

"اباجان.... السلام علیکم"۔ محمود چہک کر بولا۔

"محمود.... یہ تم ہو"۔ انسپکٹر جمشید حیرت زدہ رہ گئے۔

"جی اباجان.... ہم تینوں خیریت سے ہیں.... جنگل میں ایک عمارت ہے' اس میں قید ہیں.... اس عمارت کے آس پاس جو درخت ہیں' ان درختوں پر مجرموں کے ساتھی بندوقیں لیے عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں.... ہم نہیں جانتے یہ عمارت شہر کی کس سمت میں واقع ہے.... آج مجرموں کے سرغنہ سے بھی ملاقات ہوئی تھی.... وہ مجرم کم اور مداری زیادہ معلوم ہوتا ہے"۔ محمود یہ کہتے وقت مسکرا دیا۔

"مداری.... کیا مطلب"۔ انسپکٹر جمشید چونکے۔

"جی ہاں.... اگرچہ وہ جادوگر نہیں ہے' پھر بھی بند کمرے میں سے غائب ہو جاتا ہے"۔

"آنکھوں کے سامنے سے"؟ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جی نہیں.... اس نے ہمارے منہ دیوار کی طرف کرا دیے تھے"۔ محمود نے بتایا۔

"اوہ.... یہ کوئی خاص بات نہیں.... خیر.... اس سے ملاقات کس وقت ہوئی تھی"۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی"۔

"ہوں.... لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ مجرموں کا سرغنہ ہے' ہو سکتا ہے' وہ اس کا کوئی ساتھی ہو"۔

"جی نہیں.... اس وقت پوری عمارت میں ہمارے اور اس کے علاوہ

اور کوئی نہیں ہے.... اور پھر اس کے انداز عجیب و غریب ہیں' باتوں سے یوں لگتا ہے جیسے وہ سرے سے کوئی مجرم ہی نہ ہو.... فون کرنے کی اس نے ہمیں خود ہی اجازت دی تھی"۔

"اور کچھ"؟

"اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے.... آپ کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھ لیں"۔

"نہیں.... بے فکر رہو.... میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں"۔

"درختوں کی طرف سے ہوشیار رہیے گا"۔ محمود نے فکر مند ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں.... میں دیکھ لوں گا"۔

"کیا آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ آخر یہ چکر کیا ہے"۔

"ابھی نہیں.... کیوں.... کیا تم جان گئے ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"جی نہیں.... ہم تو حیرت کے سمندر میں غوطے پر غوطہ کھا رہے ہیں کہ یہ ہو کیا رہا ہے.... کوئی ہم سے عجیب قسم کا کھیل کھیل رہا ہے اور بے بس کھلونوں کی طرح ہاتھ میں کھیل رہے ہیں"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو.... حالات عجیب و غریب ہیں اور میری بھی عقل حیران ہے کہ ہم کس چکر میں پھنس گئے ہیں"۔ انہوں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ بھی حیران ہیں تو پھر یہ مسئلہ کیسے حل ہو گا"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"میں آ رہا ہوں.... مسئلے سے زیادہ فکر مجھے تمہیں اس عمارت سے نکال لانے کی ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"خدا کرے کہ آپ بحفاظت تمام ہم تک پہنچنے میں کامیاب ہو

جائیں"۔

"آمین"۔

"اچھا ابا جان خدا حافظ"۔

"خدا حافظ"۔

محمود نے ریسیور رکھ دیا۔

"کیا خیال ہے.... اب ہم کیا کریں.... یہیں ٹھہریں' اپنے کمرے میں چلیں یا گیٹ پر جا کر جائزہ لیں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اتنے لمبے چوڑے جملے نہ بولا کرو"۔ فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"میرا خیال ہے' نیچے چلنا چاہیے"۔ محمود نے کہا۔

"تو پھر چلو" فاروق بولا۔

"سنو.... کیا تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے"۔ فرزانہ نے پوچھا۔

"ہے کیوں نہیں.... ہم گھر سے خان آباد کی سیر کرنے تھوڑا ہی نکلے تھے کہ ہتھیار ساتھ نہ لیتے"۔

فاروق نے جل کر کہا۔

"بس ٹھیک ہے.... میرا خیال ہے کہ اب مجرم سے دو دو ہاتھ کرنے کا وقت آ گیا ہے"۔ فرزانہ بولی۔

"وہ ہے کہاں.... دو دو ہاتھ اس وقت ہو سکتے ہیں جب وہ نظر آئے"۔

محمود مسکرایا۔

"وہ جہاں بھی ہے' اب اسے ہمارے سامنے آنا پڑے گا.... کیونکہ ابا جان کے آنے پر ہم ضرور اس عمارت سے نکل جانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور وہ کسی صورت پسند نہیں کرے گا' اس لیے اسے ہمارے سامنے آنا پڑے گا تاکہ ہمیں روک سکے"۔

"ٹھیک ہے.... ہم ہر طرح لیس ہیں"۔ محمود بولا۔

"آؤ باہر چلیں.... ابا جان شاید روانہ ہو چکے ہوں گے"۔

"لیکن وہ یہاں تک کیسے پہنچیں گے؟" فاروق بولا۔

"ان کے پاس عقل ہے.... جو تمہارے پاس نہیں ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"یہ تو خیر ٹھیک ہے کہ ان کے پاس مجھ سے بہتر عقل ہے لیکن میرے پاس جو عقل ہے.... وہ تمہاری عقل سے کسی طرح کم نہیں"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"آؤ پھر ہو جائے عقلوں کا مقابلہ"۔ فرزانہ نے اس طرح دعوت دی جیسے کسی جسمانی مقابلے کے لیے للکارا ہو۔

"کیوں عقل کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"معلوم ہوتا ہے، ہم تینوں پر عقل کا دورہ پڑ گیا ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"دل کا دورہ تو ہم نے سنا تھا، یہ عقل کا دورہ آج ہی سنا ہے"۔ فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"تمہارے ہوتے ہوئے جو نہ ہو جائے کم ہے"۔ فرزانہ نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو.... آؤ اب چلیں"۔

تینوں دروازے کی طرف بڑھے.... انہوں نے دروازے کی چٹخنی گرائی اور ہینڈل پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

دوسرے ہی لمحے وہ دھک سے رہ گئے.... دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

O*O

11

فون کا ریسیور رکھ کر انسپکٹر جمشید کچھ دیر تک سوچتے رہے کہ کیا کریں، پھر کچھ سوچ کر ہوٹل سے باہر آئے.... ایک طرف دو تین ٹیکسیاں کھڑی تھیں.... وہ ان میں سے ایک کی طرف بڑھے۔

"میں شہر میں نیا ہوں.... مجھے دو ایک باتیں معلوم کرنی ہیں.... اگر تم بتا دو تو میں معاوضے کے طور پر پچاس روپے کا ایک نوٹ دوں گا اور اگر تم مجھے اپنی ٹیکسی میں ایک جگہ لے گئے تو کرایہ بھی ڈیڑھ گنا ادا کروں گا"۔

"فرمایئے جناب، میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے خوش اخلاق مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اسی شہر کے باشندے ہو"۔ انہوں نے کہا۔

"جی ہاں میں بچپن سے یہیں ہوں"۔ ڈرائیور نے جواب دیا۔

"بہت خوب.... تو پھر تم ضرور بتا سکو گے جنگل شہر کے کس طرف ہے؟"

"بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے.... جنگل شہر کے جنوب میں واقع ہے"۔

"کیا صرف جنوب میں ہی ہے کہ یا کسی اور سمت میں بھی ہے"۔

"شمال مغرب میں بھی ایک جنگل ہے وہ بہت گھنا اور خطرناک ہے.... وہ غیر آباد ہے.... اس طرف کوئی نہیں جاتا.... کیا آپ شکاری ہیں"۔ اس بتانے کے بعد سوال کیا۔

"کیوں.... تم نے یہ کیوں پوچھا"۔

"اس لیے کہ جنوب میں جو جنگل ہے' اس میں شکاری لوگ اکثر جاتے رہتے ہیں لیکن شمال مغرب میں شکاری حضرات مشکل سے ہی جاتے ہیں"۔

"ہوں.... کیا اس خطرناک جنگل میں کوئی عمارت بھی ہے"۔

"عمارت.... میرا خیال ہے.... وہاں کوئی عمارت نہیں"۔ اس نے سوچ کر جواب دیا۔

"اور جنوب میں جو جنگل ہیں.... کیا اس میں کوئی عمارت ہے"۔

"اس طرف تو کئی کوٹھیاں ہیں"۔ اس نے بتایا۔

"بہت خوب.... تو پھر مجھے شمال مغرب کے جنگل میں لے چلو"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"جی.... آپ وہاں جا کر کیا کریں گے"۔

"بس ایک کام ہے"۔

"بیٹھیے"۔ اس نے باہر نکل کر ٹیکسی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

چند سیکنڈ بعد ٹیکسی برق رفتاری سے شمال مغرب کی سمت میں دوڑی جا رہی تھی.... انسپکٹر جمشید کسی گہری سوچ میں گم تھے.... اچانک انہوں نے کہا۔

"جنگل یہاں سے کتنی دور ہو گا"۔

"صرف نو میل دور ہے"۔

جب جنگل کی حدود شروع ہو جائے تو مجھے بتا دینا"۔

"جی اچھا"۔ اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید پھر سوچ میں ڈوب گئے.... وہ تمام واقعات کو اپنے ذہن میں دہرا رہے تھے۔

اور اچانک وہ زور سے چونکے.... ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں.... ڈرائیور نے شاید پچھلا منظر دکھانے والے آئینے میں انہیں چونکتے دیکھ لیا تھا' اس نے پوچھا۔

"کیا ہوا جناب.... خیر تو ہے"۔

"کچھ نہیں.... شاید میں اونگھنے لگ گیا تھا"۔ انہوں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا پھر بولے۔

"کیا ابھی جنگل کی حدود شروع نہیں ہوئی"۔

"بس دو منٹ بعد ہم جنگل کے سرے پر پہنچ جائیں گے"۔

"شکریہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

ٹھیک دو منٹ بعد جنگل کا سلسلہ شروع ہو گیا.... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید بولے۔

"سڑک کے کنارے گاڑی روک لو.... مجھے یہیں اترنا ہے"۔

"بہت اچھا جناب"۔

ڈرائیور نے کہا اور گاڑی سڑک کے کنارے روک لی.... انسپکٹر جمشید دروازہ کھول کر نیچے اتر آئے۔

"اب تم بھی نیچے اتر آؤ"۔ انہوں نے سخت لہجے میں کہا.... ڈرائیور نے چونک کر انہیں دیکھا.... ان کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نال ٹیکسی کی کھڑکی پر ٹکی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب"۔ ڈرائیور ہکلا کر رہ گیا۔

"میں نے کہا ہے' نیچے اتر آؤ"۔ انسپکٹر جمشید غرائے۔

آخر وہ دروازہ کھول کر باہر آ گیا.... انسپکٹر جمشید چند قدم پیچھے ہٹ گئے' نالی کا رخ اب بھی ڈرائیور کے سینے کی طرف تھا۔

"سنو.... میرا ریوالور بے آواز ہے اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو زمین پر تڑپتے نظر آؤ گے.... اب مجھے یہ بتاؤ.... وہ عمارت کس طرف ہے"۔

"کونسی عمارت"۔

"وہی.... جو اس جنگل میں ہے"۔

"مجھے کیا معلوم .... میں ایک ٹیکسی ڈرائیور ہوں .... آخر آپ مجھ پر پستول کیوں تان رہے ہیں' میں نے کیا کیا ہے"۔

اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ہوں.... یہ بھی ٹھیک ہے.... واقعی تم نے کچھ بھی نہیں کیا.... اچھا.... یہ لو.... میں پستول جیب میں رکھ لیتا ہوں' تم اپنا کرایہ لو اور یہاں سے چلے جاؤ"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے ریوالور جیب میں رکھ دیا اور پیسے نکالنے کے لیے دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا.... پھر چھلانگ لگا کر ایک طرف ہٹ گئے کیوں کہ ریوالور کے جیب میں رکھتے ہی ڈرائیور نے ان پر بلا کی پھرتی سے چھلانگ لگائی تھی.... وہ زمین پر آ رہا.... انسپکٹر جمشید چند فٹ کے فاصلے پر کھڑے مسکرا رہے تھے.... انہوں نے کہا۔

"اب تو یہ نہیں کہو گے کہ میں نے کیا کیا ہے"؟

ڈرائیور کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا.... وہ بھنا کر اٹھا اور اندھا دھند اپنے سر کی ٹکر ان کے چہرے پر مارنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنا مکا آگے کر دیا.... وہ چکرا گیا اور زمین پر گرا لیکن گرتے ہی اس نے ان کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لیں.... انسپکٹر جمشید کو اس حملے کی امید نہیں تھی.... وہ دھڑام سے گرے

لیکن دوسرا لمحہ ڈرائیور کو حیران کر دینے کے لیے کافی تھا.... گرنے کے ایک سیکنڈ بعد ہی وہ سیدھے کھڑے تھے' یہی نہیں' انہوں نے اٹھتے ہی اس کی پسلیوں میں ایک زبردست ٹھوکر رسید کی۔

اس ٹھوکر کے ساتھ ہی اس کے دم خم ختم ہو گئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم نے کیا کیا ہے.... ہاں.... اب بتاؤ.... وہ عمارت کہاں ہے"۔

"مجھے نہیں معلوم"۔ اس نے تلملا کر کہا۔

"بہت اچھا.... اب تم اس وقت تک یہیں رہو گے' جب تک میں اس عمارت میں سے نہ ہو آؤں کیونکہ واپسی کے وقت بھی تو ہمیں ٹیکسی کی ضرورت ہو گی"۔

"میں نہیں رکوں گا.... کیا میں تمہارا نوکر ہوں"۔

"مجھے روکنا آتا ہے"۔

انسپکٹر جمشید نے کہا اور ایک گھونسہ اس کی کنپٹی پر اس زور سے رسید کیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا.... انہوں نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور اس پر ایک نظر ڈالتے ہوئے جنگل میں داخل ہو گئے.... وہ جانتے تھے.... اس گھونسے کے بعد ڈرائیور تین گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا۔

وہ درختوں کی آڑ لے کر آگے بڑھنے لگے' اس طرح کہ ان کا ریوالور ان کے دائیں ہاتھ میں تھا.... وہ جانتے تھے کہ دشمن درختوں پر بھی موجود ہیں اور ان کی نظروں سے بچ کر عمارت میں داخل ہونا کوئی آسان کام نہ تھا۔

***

"یہ شخص تو ہمیں چکر پر چکر دے رہا ہے.... اب ہم اس کمرے میں قید ہو کر رہ گئے ہیں"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں.... ابا جان یہاں پہنچنے ہی والے ہیں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"لیکن ہمیں بھی تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے رہنا چاہیے"۔ فاروق بولا۔

"ہاں .... یہ بھی ٹھیک ہے .... ہمیں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے رہنا چاہیے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"لو.... بی چیونٹی کے بھی پر نکل آئے.... یہ بھی مذاق کرنے لگیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"تو کیا مذاق کرنے کا تم نے ہی ٹھیکہ لے رکھا ہے"۔ فرزانہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرت کرسی پر بیٹھے بیٹھے کیسے غائب ہو گئے"۔ محمود نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اگر سوچنے کی بات ہے تو ضرور اس پر سوچو.... منع کس نے کیا ہے"۔ فاروق نے لاپروائی سے کہا۔

"تم دونوں بھی سوچو.... ذہن پر زور دو"۔

"اب اس کمرے میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جس سے ذہن پر زور ڈالا جا سکے"۔ فاروق مسکرایا۔

"دھت تیرے کی.... چل پڑی اب تو زبان"۔ محمود نے ران پر ہاتھ مارا۔

"ویسے تم کو تو ایک ترکیب بتا سکتا ہوں.... جس سے ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے کیسے غائب ہو گیا تھا"۔ فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔

"رہنے دو.... تم کیا ترکیب بتاؤ گے"۔ محمود نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"جی ہاں.... ترکیبیں تو صرف فرزانہ ہی بتا سکتی ہے"۔

"چلو محمود.... اس وقت اس سے ہی ترکیب سن لو"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"اچھا بتاؤ"۔

"اس کرسی پر بیٹھ جاؤ"۔ فاروق نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... یہ تم نے ترکیب بتائی ہے"۔ محمود جھلا اٹھا۔

"میرا خیال ہے محمود.... فاروق ٹھیک کہہ رہا ہے.... کرسی پر بیٹھ کر کوئی ایسا بٹن وٹن تلاش کرنا چاہیے جس سے کوئی خفیہ راستہ پیدا ہوتا ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اچھا.... اگر تم بھی یہی کہتی ہو تو میں کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں.... کرسی پر بیٹھتے ہی اگر مجھے بجلی کا جھٹکا وغیرہ لگا تو میں تم دونوں سے سمجھ لوں گا"۔

"کیا سمجھ لو گے.... حساب کے سوال"۔ فاروق مسکرایا۔

محمود برا سا منہ بنا کر کرسی کی طرف بڑھا اور اس پر بیٹھ گیا.... دونوں بھی نزدیک پہنچ گئے.... انھوں نے ادھر ادھر کوئی بٹن تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی.... میز کی چاروں ٹانگوں کو خوب غور سے دیکھا' فرزانہ نے میز کی نچلی سطح کا جائزہ بھی لیا.... کرسی کو بھی اوپر نیچے سے دیکھا گیا لیکن کوئی بٹن نہ ملا۔

"بس معلوم ہو گیا کہ وہ شخص واقعی کالا جادو جانتا ہے"۔ محمود نے اکتا کر کہا۔

"اگر وہ کالا جادو جانتا ہے تو ہم بھی نیلا جادو جانتے ہیں"۔ فاروق نے کہا۔

"ہشت.... نیلے جادو نام کے کسی جادو کا کوئی وجود نہیں ہے"۔ فرزانہ نے اس طرح ہاتھ ہلا کر کہا جیسے کوئی چڑیا اڑائی ہوئی۔

"کیا اب میں کرسی پر سے اتر آؤں"۔

"ہاں.... اتر آؤ.... اب میں بیٹھ کر دیکھوں گا"۔ فاروق بولا۔

"ضرور .... ضرور.... میں جانتا ہوں.... تمہیں کرسی پر بیٹھنے کا بڑا شوق ہے"۔

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے یہ وزارت کی کرسی ہو"۔

محمود نیچے اتر آیا.... فاروق نے کرسی پر بیٹھ کر اپنی سی کوشش کر دیکھی لیکن کچھ نہ بنا۔

"چلو.... تم بھی اتر آؤ.... تم دونوں سے کچھ نہیں ہو گا"۔

"ہاں فاروق.... اتر آؤ.... اب یہ کچھ کر کے دکھائے گی"۔ محمود نے جل کر کہا۔

فرزانہ کرسی پر بیٹھنے کے بعد تمام چیزوں کو غور سے دیکھتی رہی.... بے خیالی میں اس کا ہاتھ اس ایش ٹرے سے جا لگا جس میں سے کچھ دیر پہلے انہوں نے دھوئیں کی لکیر اٹھتے دیکھی تھی.... وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں، وہ چونک اٹھی.... اس نے ایش ٹرے کو پکڑ کر اٹھانا چاہا.... پھر اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"ارے.... یہ تو میز کے ساتھ چپکا ہوا ہے"۔

"کیا"۔ دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

"یہ ایش ٹرے"۔

دونوں حیران رہ گئے.... انہوں نے بھی ایش ٹرے کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے.... اچانک فاروق کو کوئی خیال آیا۔

"ذرا اسے گھماؤ تو"۔

"کیا مطلب"؟ فرزانہ چونکی۔

"میں کہتا ہوں.... اسے گھماؤ"۔ فاروق نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

جونہی ایش ٹرے کو گھمایا گیا.... میز کے نیچے سیڑھیاں نمودار ہوئیں وہ حیرت زدہ رہ گئے.... سیڑھیوں کے نمودار ہوتے وقت ہلکی سی آواز بھی پیدا نہیں ہوئی تھی.... اب وہ سمجھے کہ وہ شخص کس طرح غائب ہو گیا تھا۔

"آؤ نیچے چلیں"۔ محمود نے جلدی سے کہا۔

سب سے پہلے فرزانہ نے سیڑھی پر قدم رکھا.... تینوں نیچے پہنچے.... یہ ایک بہت بڑا ہال تھا.... جس میں بڑے بڑے ستون لگے تھے.... یہ شاید عمارت کا بوجھ برداشت کرنے کے لیے بنائے گئے تھے.... انہوں نے مڑ کر دیکھا.... سیڑھیوں کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا.... اچانک ہال میں ایک آواز گونجی۔

"بہت خوب.... تو تم یہاں پہنچ گئے ہاہا.... میں بھی یہی چاہتا تھا"۔

وہ دھک سے رہ گئے.... بولنے والا وہی تھا جس سے کچھ دیر پہلے وہ اوپر کمرے میں باتیں کرتے رہے تھے لیکن وہ اب بھی ان کی نظروں سے اوجھل تھا، نہ جانے وہ کہاں تھا۔

O*O

12

آخر انھیں وہ عمارت نظر آ گئی.... اس پر نظر پڑتے ہی وہ پیٹ کے بل لیٹ گئے اور آگے کھسکنے لگے.... ہوا میں خنکی تھی اور زمین ناہموار' مگر انسپکٹر جمشید نے زندگی میں اس قسم کی نہ جانے کتنی تکالیف برداشت کی تھیں.... وہ پروا کیے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے.... وہ جانتے تھے' عمارت کے نزدیک ترین درختوں پر دشمن کے آدمی ہو سکتے ہیں.... دور کے درختوں پر نہیں ہو سکتے.... اس لیے وہ اوپر دیکھے بغیر آگے بڑھتے رہے.... جب عمارت کے نزدیک پہنچ گئے تو انھوں نے لیٹے لیٹے اردگرد کے درختوں کا جائزہ لیا.... انھیں تین درختوں پر تین دشمن چھپے ہوئے نظر آ گئے.... مغرب کا وقت ہو چکا تھا.... تاریکی پھیلنے لگی تھی' تاہم ابھی اتنی روشنی تھی کہ وہ انھیں دیکھنے میں کامیاب ہو گئے.... انھوں نے سوچا.... مجھے کچھ دیر ٹھہر کر جانا چاہیے.... ورنہ میں اندر داخل ہوتے وقت انھیں نظر آ جاؤں گا۔

وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے.... آخر جب اندھیرا اچھی طرح پھیل گیا تو وہ پھر زمین پر لیٹ گئے اور عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے گیٹ کھلا تھا.... درختوں پر موجود دشمنوں کی نظریں برابر اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں' لیکن شاید ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی شخص رات کی تاریکی میں زمین پر پیٹ کے بل لیٹ کر عمارت میں داخل ہونے کی جرأت بھی

سکتا ہے.... یہی وجہ تھی کہ انھوں نے گیٹ کے نزدیک زمین کی طرف ایک بار بھی نہیں دیکھا اور انسپکٹر جمشید نہایت آرام سے اندر داخل ہو گئے.... اندر داخل ہونے کے بعد بھی وہ اٹھے نہیں.... رینگتے ہی رہے.... یہاں تک کہ کمروں کے پاس پہنچ گئے.... اب درختوں پر موجود لوگ انھیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

وہ جانتے تھے' محمود' فاروق اور فرزانہ فون والے کمرے میں ہیں' ٹیلی فون والا کمرہ انھیں تیسری منزل پر ملا.... دروازہ باہر سے بند تھا جسے کھول کر وہ اندر داخل ہوئے تھے لیکن یہاں محمود' فاروق اور فرزانہ نہیں تھے۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے.... پھر انھیں محمود کے وہ الفاظ یاد آئے جو اس نے فون پر کہے تھے.... مجرم ان کے منہ دیوار کی طرف کرا کر بند کمرے میں ہی سے غائب ہو گیا تھا' اس سے پہلے وہ کرسی پر بیٹھا تھا.... وہ تیزی سے کرسی کی طرف بڑھے.... میز اور کرسی کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا.... پھر ایش ٹرے کو اپنی جگہ سے اٹھانا چاہا اور چونک اٹھے.... دوسرے ہی لمحے وہ اسے گھما رہے تھے۔

دروازہ نمودار ہونے پر انھیں کوئی حیرت نہ ہوئی.... ایک ہلکی سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر رینگ گئی.... وہ سیڑھیاں اترنے لگے.... یہاں تک کہ نیچے پہنچ گئے.... انھوں نے ہال کے بیچوں بیچ محمود' فاروق اور فرزانہ کو کھڑے پایا.... وہ حیران حیران سے لگ رہے تھے اور چھت کی طرف دیکھ رہے تھے.... انسپکٹر جمشید دبے پاؤں ان کی طرف بڑھتے رہے.... وہ مسکرا رہے تھے.... اچانک ایک آواز ہال میں گونجی۔

"دیکھو.... تمھیں جس کا انتظار تھا وہ آ گئے۔"

محمود' فاروق اور فرزانہ چونک کر مڑے اور پھر انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر بے اختیار ان سے لپٹ گئے۔

"ابا جان.... آپ یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟" فرزانہ نے کہا۔

"جیسے تم تینوں پہنچ گئے"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"اباجان.... ہم دراصل پھنس چکے ہیں.... ابھی ابھی.... اس نے کہا تھا
.... وہ یہی چاہتا تھا کہ ہم خفیہ راستہ تلاش کر لیں اور یہاں پہنچ جائیں"۔

"ہاں میں جانتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"آپ جانتے ہیں"؟ تینوں ایک ساتھ حیرت زدہ انداز میں بولے۔

"ہاں.... بہت اچھی طرح جانتا ہوں"۔

"پھر یہاں کیوں چلے آئے"۔ فرزانہ نے پوچھا۔

"تاکہ وہ مایوس نہ ہو جائے جو ہمیں یہاں تک لانا چاہتا ہے"۔

"آخر وہ کون ہے"۔ محمود نے کہا۔

"تم اس سے مل تو چکے ہو.... اور ابھی ابھی اس کی آواز بھی سن رہے
تھے"۔

"لیکن ہم نہیں جانتے وہ کون ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... اب وہ خود ہی سامنے آجائے گا"۔ انسپکٹر جمشید
مسکرائے۔

"ہاں.... میں تمہارے سامنے ضرور آؤں گا"۔ آواز آئی "اس ہال میں
جو دروازہ نظر آرہا ہے' اسے کھول کر دوسرے کمرے میں آجاؤ.... وہیں تم
لوگوں سے ملاقات ہوگی"۔

"بہت اچھا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اباجان یہ چکر کیا ہے"؟ فاروق نے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے.... آؤ میرے ساتھ"۔

چاروں دوسرے کمرے میں داخل ہوئے.... سامنے انہیں ایک کرسی پر
وہی شخص نظر آیا۔

"خوش آمدید انسپکٹر.... دو گھنٹے بعد یہاں ہماری میٹنگ ہو رہی ہے' اس
میٹنگ میں تمہارے اور تمہارے بچوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا.... اس
وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ یہ سب کیا چکر ہے"۔

"تمہارا نام کیا ہے دوست"؟ انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"مجھے میجر غفوری کہتے ہیں.... دو گھنٹے تک تم اس کمرے میں آرام کرو
.... اس کے بعد ہال کمرے میں ہم سب جمع ہوں گے.... تمہیں بلا لیا جائے گا....
کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کرنا کیوں کہ تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے....
یہاں سے نکلنے کا راستہ صرف مجھے معلوم ہے.... امید ہے تم میری بات یاد رکھو
گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

میجر غفوری اٹھا اور کمرے سے نکل گیا.... دروازہ خود بخود بند ہو گیا....
انسپکٹر جمشید اب بھی مسکرا رہے تھے۔

O*O

13

دو گھنٹے انہوں نے آپس میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے گزارے وہ جب بھی اصل بات کی طرف آتے تو انسپکٹر جمشید صاف ٹال جاتے اور کوئی نئی بات چھیڑ دیتے.... اس طرح دو گھنٹے گزر گئے.... اچانک دروازہ کھلا۔

"چلئے جناب"۔ ایک بے ڈھنگے نوجوان نے دروازے کے باہر سے کہا۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... پھر جونہی ہال میں داخل ہوئے' حیرت زدہ رہ گئے.... اب یہاں پندرہ بیس کے قریب آدمی موجود تھے.... میجر غفوری جس کرسی پر بیٹھا تھا' وہ دوسری کرسیوں سے اونچی جگہ پر رکھی تھی جس سے وہ سمجھ گئے کہ میجر غفوری ہی ان کا باس ہے.... ان پر نظر پڑتے ہی وہ بولا۔

"آؤ انسپکٹر.... آؤ.... کرسیوں پر بیٹھ جاؤ.... تاکہ تم سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں"۔

انسپکٹر جمشید نے محمود' فاروق اور فرزانہ کو پر سکون ہو کر بیٹھنے کا اشارہ کیا.... وہ خود بھی بیٹھ گئے تھے۔

"انسپکٹر جمشید.... اب میں تمہیں یہ بتاؤں گا کہ یہ سب چکر کیا ہے.... تم اور تمہارے بچے یقیناً حیران ہوں گے کہ یہ سب ہو کیا رہا ہے.... چند منٹ بعد تمہاری الجھن رفع ہو جائے گی.... یہ بات آئینے کی مانند صاف ہو جائے گی"۔

"میرے تینوں بچے حیران ہوں گے' میں تو بالکل بھی حیران نہیں"۔

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب"؟

"جو کچھ بتانا چاہتے ہو' وہ میری زبانی سن لو.... شاید تم خود حیران رہ جاؤ.... بتاؤ.... میں تمہاری کہانی کہاں سے شروع کروں"۔ انسپکٹر جمشید نے تیز آواز میں کہا۔

"نہیں.... میں یہ بات ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں.... تم کچھ نہیں جانتے"۔

"تو پھر مجھے تفصیل بیان کرنے دو.... میرے بیان کے بعد تم نے یہ بات تسلیم نہ کر لی جو کچھ میں نے کہا ہے؟ بالکل ٹھیک ہے تو جو چور کی سزا وہ میری"۔

"بہت خوب تب تو میں ضرور سنوں گا"۔

"کیا اس وقت تمہارے سب ساتھی یہاں موجود ہیں"۔

"ہاں.... وہ بھی.... جو درختوں پر تھے' یہیں آ چکے ہیں لیکن ہمارا ایک اہم کارکن ابھی تک نہیں پہنچا۔

نہ جانے اسے کیوں دیر ہو گئی.... لیکن بے فکر رہو.... وہ بھی آ جائے گا"۔ میجر غفوری نے کہا۔

"تو پھر اسے بھی آ لینے دو"۔

"وہ آ رہا ہے گا.... تم بیان شروع کرو"۔

"بہت اچھا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور بات شروع کرنے کے لیے تیار ہو

گئے.... اسی وقت زینے کا دروازہ کھلا اور کوئی سیڑھیاں اترنے لگا۔

"شاید وہ آ گیا"۔ انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا پھر انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ آنے والا فیضان تھا.... ہوٹل ہو سٹار کا مالک.... انسپکٹر جمشید فیضان کو دیکھ کر ذرا بھی نہ حیران ہوئے.... انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"تم شاید ان صاحب کو نہیں جانتے.... یہ اس ہوٹل کے مالک ہیں، جس میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

"اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"کیا رپورٹ ہے.... مسٹر فیضان"۔ میجر غفوری نے اس کے نزدیک آنے پر پوچھا۔

"میں نے عمارت کے چاروں طرف کا جائزہ لیا ہے.... دور دور تک کوئی نہیں ہے"۔ فیضان نے ادب سے کہا۔

"بہت خوب.... اس کا مطلب ہے کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہے کہ اس وقت انسپکٹر جمشید اور اس کے بچے کہاں ہیں"۔

"جی نہیں.... اور یہی ہماری سب سے بڑی کامیابی ہے"۔ فیضان نے خوش ہو کر کہا پھر جیسے اسے کچھ خیال آیا۔

"ہمارے ساتھی ٹیکسی ڈرائیور کو انسپکٹر جمشید زخمی کر کے چھوڑ آیا تھا، میں اسے نچلی منزل کے کمرے میں لٹا آیا ہوں"۔

"یہ تم نے اور بھی اچھا کیا"۔ میجر غفوری بولا.... مہربانی کر کے بیٹھ جاؤ.... اب انسپکٹر جمشید ہمیں بتائیں گے کہ ہم کیا چاہتے تھے.... ان کا خیال ہے کہ انہیں ہمارے معاملے کا بخوبی پتا ہے"۔

"اچھا.... کمال ہے"۔ فیضان نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"سنو مسٹر میجر.... تم ہمارے دشمن ملک کے جاسوس ہو.... دشمن ملک نے تمہیں خان آباد میں باقاعدہ اڈا قائم کرنے کا حکم دیا تھا.... تاکہ ہمارے ملک میں چھپے ہوئے اس کے تمام جاسوس معلومات یہاں بھیج سکیں اور تم یہاں سے انہیں پہنچاتے رہا کرو.... اڈا تو تیار ہو گیا لیکن اس کے بعد تم لوگوں کو فکر سوار ہوئی کہ اگر میرے کانوں میں اس اڈے کی بھنک پڑ گئی تو میں پیچھے پڑ جاؤں گا، لہٰذا تم نے سوچا.... کیوں نہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے تاکہ آزادی سے اپنا کام کر سکو.... دارالحکومت میں مجھ پر ہاتھ ڈالنا تمہیں مشکل لگا.... لہٰذا تم نے خان آباد کی بجلی دکانوں میں دھماکے کرائے.... میں دھماکوں کی طرف متوجہ ہو گیا.... اعلیٰ حکام نے مجھے یہاں آ کر حالات کا جائزہ لینے کا حکم دیا.... میں بچوں سمیت یہاں آیا.... تم لوگ پہلے ہی میرے انتظار میں تھے اور پورا منصوبہ ترتیب دے چکے تھے.... اس منصوبے پر اس وقت سے عمل شروع ہو گیا.... جب محمود، فاروق اور فرزانہ ہوٹل سے باہر نکلے.... تمہارا ایک آدمی بوڑھے کے میک اپ میں ان کے سامنے آیا، ان سے خط پڑھوایا.... انہوں نے اس کا تعاقب کیا، اس طرح انہیں عامر روڈ کی عمارت میں بند کر دیا گیا پھر وہاں سے اس مکان میں لے آئے.... تم جانتے تھے کہ میں بچوں کا سراغ لگاتے ہوئے یہاں تک ضرور پہنچوں گا.... میں عامر روڈ کی عمارت میں تنویر خان کے ساتھ گیا.... وہاں سے پولیس اسٹیشن گیا، جہاں مسٹر فیضان پروگرام کے مطابق پہنچ گئے.... تنویر خان جب میرے پاس آئے تو ان سے مسٹر فیضان کے متعلق معلوم ہوا.... جب میں ان سے ملنے گیا تو ان کا ملازم طریقے سے مجھ سے جھگڑ پڑا.... یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ جھگڑا بھی پروگرام میں شامل تھا.... ادھر اس عمارت میں غفوری صاحب بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح کھیل رہے تھے.... پھر اچانک انہوں نے ان کے سامنے اگرچہ شریفانہ انداز میں لیکن باتیں کیں.... یہاں تک کہ فون بھی کرنے کی اجازت دے دی.... تاکہ مجھے معلوم

ہو جائے کہ بچے جس عمارت میں قید ہیں' وہ جنگل میں ہے' ساتھ ہی اس کا بھی انتظام کیا گیا کہ درختوں پر موجود لوگوں کے بارے میں بھی بچوں کو اور مجھے معلوم ہو جائے تاکہ یہ سب کچھ ایک سوچا سمجھا منصوبہ نہ معلوم ہو.... آخر میں ہوٹل سے باہر نکلا اور نزدیک کھڑی ایک ٹیکسی کی طرف بڑھا... اس سے کسی ایسی عمارت کے بارے میں پوچھا' جو جنگل میں واقع ہو تو اس نے جھٹ بتا دیا.... میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ وہ بھی دشمنوں میں سے ایک ہے.... آخر میں اس کی ٹیکسی میں سوار ہو کر جنگل کے کنارے تک پہنچا اور اسے زخمی کر کے وہیں چھوڑ آیا.... اندر آیا تو فون والے کمرے میں یہ تینوں نہیں تھے.... یہ مجھے بتا ہی چکے تھے کہ مجرم ان کے سامنے بند کمرے میں سے غائب ہو گیا ہے' اس طرح میں بھی ایش ٹرے گھما کر اندر داخل ہو گیا۔

میجر صاحب.... اس وقت آپ نے بتایا کہ دو گھنٹے بعد میٹنگ ہو گی بس یہ ہے کل کہانی"۔

اتنا کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"بس یا اور کچھ"۔ میجر غفوری نے کہا۔

"جو کچھ میں نے بتایا ہے' کیا وہ بالکل درست نہیں"۔

"تم نے ان سب باتوں کا اندازہ یہاں آنے کے بعد لگایا ہو گا"۔ میجر غفوری نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"جی نہیں.... جب میں نے دھماکوں کے بارے میں سنا تھا اور مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ ان دھماکوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا.... جن دکانداروں کی دکانوں میں دھماکے ہوئے ہیں' وہ بھی کچھ نہیں بتا سکے تو میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ سب ایک چال ہے.... یقین مجھے اس وقت ہوا' جب محمود' فاروق اور فرزانہ کو ہوٹل سے نکلتے ہی اغوا کر لیا گیا۔

"اگر ایسا ہوتا تو تم کوئی حفاظتی بندوبست کر کے آتے.... اگر پہلے سے تمہیں اندازہ ہو گیا تھا تو تم یہاں اکیلے کیسے آ سکتے تھے"۔ میجر غفوری نے اعتراض کیا۔

"میں اکیلا نہیں آیا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب"؟ غفوری نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ میں یہاں بندوبست کر کے آیا ہوں.... اور یہ پوری عمارت اس وقت ملٹری کے گھیرے میں ہے"۔

"یہ دیکھو.... میرے بائیں ہاتھ پر گھڑی نہیں.... ایک آلہ بندھا ہے.... ایسا ہی ایک آلہ ان ملٹری کے جوانوں کے پاس بھی ہے.... یہ آلہ انہیں وہ سمت بتا رہا ہے جہاں ہم موجود ہیں اور یہی نہیں.... اس کے ذریعے وہ اس ہال میں ہونے والی تمام گفتگو بھی سن رہے ہیں.... اگر چاہیں تو ٹیپ بھی کر سکتے ہیں.... شاید کر بھی چکے ہوں گے.... میں نے اس آلے کے ذریعے انہیں اطلاع دی تھی کہ اڑھائی گھنٹے گزرنے کے بعد عمارت کے پاس آئیں' چنانچہ اب وہ عمارت کو گھیر چکے ہوں گے"۔

"یہ جھوٹ ہے"۔

"ابھی تو میں ایک اور حیرت انگیز بات بھی بتاؤں گا.... اس پر بھی شاید کسی کو یقین نہیں آئے گا"۔

انہوں نے کہا۔

"اور وہ کیا ہے"۔ فاروق چونک کر بولا۔

"اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم میجر غفوری کی یہ باریک سی مونچھیں اکھاڑ کر انہیں عینک پہنا دیں تو ان کے چہرے میں ایک ایسی زبردست تبدیلی آئے گی کہ یہاں موجود تمام لوگ ہکا بکا رہ جائیں گے.... یہاں تک کہ مسٹر ایفان بھی.... جن

کا نمبر میجر غفوری کے بعد ہے.... اپنی حیرت پر قابو نہیں پا سکیں گے.... کیا خیال ہے میجر غفوری.... کیا میں ان مونچھوں کو اکھاڑ لوں"۔

"بکواس مت کرو.... یہ سب میرے وفادار ہیں' عمارت سے باہر کسی ملٹری کے آدمی کا نام و نشان تک نہیں.... تم جھوٹ بول رہے ہو"۔ میجر غفوری نے غرا کر کہا۔

"بہت اچھا.... تو پھر یوں کرو کہ اپنا ایک آدمی عمارت سے باہر بھیج کر دیکھ لو.... اگر وہ عمارت سے باہر جا کر لوٹ آنے میں کامیاب ہو گیا تو میں جھوٹا.... ورنہ سچا.... تمہارا وقت ختم ہو گیا ہے.... ویسے میں اس گھڑی نما آلے کی مدد سے ان لوگوں کو یہ بتا چکا ہوں کہ وہ جب چاہیں تیسری منزل کے فون والے کمرے میں ایش ٹرے کو گھما کر ہم تک پہنچ سکتے ہیں"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

وہ سب سکتے میں آ گئے۔

"تم ان بچوں کے ساتھ بلی چوہے کا کھیل کھیلتے رہے ہو نا.... میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بالکل چوہوں کی طرح پکڑوں گا اب دیکھ لو.... تمہاری عمارت کا یہ زمین دوز ہال تمہارے لیے چوہے دان بن کر رہ گیا ہے.... تم کیوں نہیں ایک آدمی کو اوپر بھیج کر میری بات کی تصدیق کر لیتے"۔ انسپکٹر جمشید شوخ لہجے میں کہہ رہے تھے۔

دوسری طرف محمود' فاروق اور فرزانہ کا مارے حیرت کے برا حال تھا.... ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ یہ معاملہ اتنی آسانی سے ختم ہو جائے گا.... اب انہیں یاد آیا' دو گھنٹے تک انسپکٹر جمشید جب ان سے باتیں کرتے رہے تھے تو اس دوران میں انہوں نے تیسری منزل کے فون والے کمرے میں رکھے ایش ٹرے کا بھی ذکر کیا تھا اور یہ بات بھی کہی تھی کہ اب دو گھنٹے کے بعد ان لوگوں کی میٹنگ ہو گی.... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ باہر موجود ملٹری کے نو

جوانوں کو خبردار کر رہے تھے۔

"جاؤ.... گیٹ سے باہر نکل کر جائزہ لو اور واپس آ کر ہمیں بتاؤ کہ انسپکٹر جمشید بالکل جھوٹ بول رہا ہے"۔ انہوں نے میجر غفوری کو کہتے سنا۔

دوسرے ہی لمحے ایک آدمی سیڑھیاں چڑھتا نظر آیا.... پھر اچانک انہوں نے اسے سیڑھیوں پر لڑھکتے دیکھا' یہاں تک کہ وہ ہال کے فرش پر آ رہا.... کسی نے اسے زینے پر پہنچتے ہی دھکا دیا تھا.... ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں.... ملٹری کے جوان شان اور فخر سے تنے نیچے اتر رہے تھے.... ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں.... یہ بیس کے قریب نوجوان تھے.... ہال کے فرش پر پہنچ کر پہلے وہ ایک قطار میں کھڑے ہوئے اور پھر ایک ساتھ انسپکٹر جمشید کو سیلوٹ کیا۔

"باہر کتنے جوان موجود ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے ان کے سیلوٹ کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"پچاس"۔ ایک نے مختصر جواب دیا۔

"ملک اور قوم کے بدترین دشمن آپ کی آنکھوں کے سامنے ہیں"۔

"جی ہاں.... ہم یہاں ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن چکے ہیں' اور اسے ٹیپ بھی کر چکے ہیں.... اب ان کے خلاف کسی ثبوت کی ضرورت نہیں رہی"۔

"بہت خوب.... لیکن اب ایک کام رہتا ہے.... اور وہ ہے میجر غفوری کے چہرے سے نقاب اتارنا"۔

"میجر غفوری.... اف خدا.... ان کی تلاش تو ہمیں بہت دنوں سے تھی.... تو یہ یہاں چھپا ہوا تھا"۔ ملٹری آفیسر نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"چھپا ہوا نہیں تھا.... بلکہ وہ میرے روپ میں یہاں آزادانہ گھوم رہا تھا.... اسے میں نے پہلی نظر میں ہی پہچان لیا تھا.... کیونکہ میجر غفوری کا ریکارڈ

میرے پاس موجود ہے"۔

"بہت خوب .... یہ ہوئی نا بات .... پھر تو آپ نے بہت بڑا ہاتھ مارا ہے"۔

"ہاں .... اس جیسے بڑے مجرموں کو .... جو خود کو بہت ذہین اور چالاک سمجھتے ہیں .... میں اسی طرح بے بس کر کے پکڑا کرتا ہوں .... اب ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیجئے .... اور مہربانی فرما کر میجر غفوری کے چہرے سے مونچھیں اتار لیجئے .... ذرا جلدی کیجئے .... ابھی ہمیں ان لوگوں کے دوسرے ٹھکانوں کی بھی تلاشی لینی ہے .... جہاں سے ہمیں کچھ انسانوں کی ہڈیوں کے ڈھانچے ملیں گے"۔ ان الفاظ پر سب حیران رہ گئے۔

ان کے ہتھیار لے لیے گئے .... پھر ملٹری آفیسر غفوری کی طرف بڑھا' پھر جونہی اس کی مونچھیں اکھاڑ کر اس کے چہرے پر عینک لگائی گئی' وہ بھونچکے رہ گئے .... ان سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں .... محمود فاروق اور فرزانہ بھی دھک سے رہ گئے .... ان کے سامنے وہی آدمی بیٹھا تھا .... جس نے ہوٹل میں ان کی باتیں سنی تھیں .... اور جوان کا تعاقب بھی کرتا رہا تھا .... انسپکٹر جمشید نے انہیں حیرت زدہ دیکھ کر کہا۔

"تم اسے نہیں جانتے .... لیکن ہوٹل میں تم نے اسے دیکھا تھا .... بہر حال میں تمہیں بتاتا ہوں .... اس کا نام تنویر خاں ہے .... اور یہ خان آباد کا ڈی ایس پی ہے .... لیکن دراصل یہ میجر غفوری ہے .... دشمن ملک کا بہت بڑا جاسوس اور ملٹری ایک عرصے سے اس کی تلاش میں تھی۔

وہ سب ٹکر ٹکر میجر غفوری کو دیکھ رہے تھے۔

"افسوس"۔ فاروق کے منہ سے نکلا۔

"تمہیں کس بات پر افسوس ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"اس بات پر کہ ہمیں تو کچھ بھی کرنے کا موقع نہیں ملا .... ملٹری والوں نے تو انہیں واقعی اس طرح دبوچ لیا جیسے چوہا بلی کو دبوچ لیتا ہے"۔

"کیا کہا .... تم نے چوہا بلی کو"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

اور انسپکٹر جمشید کے ساتھ ملٹری کے جوان بھی ہنس پڑے .... ہتھکڑیوں کے جوڑے میجر غفوری اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔

O*O

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود' فاروق' فرزانہ' انسپکٹر جمشید
آفتاب' آصف' فرحت' انسپکٹر کامران مرزا
اور شوکی برادرز کی مشترکہ مہم
45 واں خاص نمبر

حیرت کا سمندر

مصنف: اشتیاق احمد

☆ آپ کی خدمت میں حیرت کا سمندر پیش ہے۔
☆ آپ شاید کہہ اٹھیں یہ کیا نام ہوا؟
☆ اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے پڑھ تو لو۔
☆ ہر لحاظ سے ایک بالکل الگ ناول۔
☆ آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے' اس قسم کا تو آپ کا فلاں ناول بھی تھا یا فلاں خاص نمبر بھی تھا۔
☆ جی نہیں..... آپ کو تسلیم کرنا ہو گا..... اس وقت تک لکھے جانے والے تمام عام ناولوں اور خاص ناولوں میں یہ ناول بالکل مختلف قسم کا تھا۔
☆ اور پھر یہ خاص نمبر اپنے انجام کے لحاظ سے بھی تمام تر ناولوں سے مختلف کا ہو گا۔
☆ یہ خاص نمبر اپنے انجام کے لحاظ سے بھی تمام تر ناولوں سے مختلف ثابت ہو گا..... سوال یہ ہے کہ کیوں مختلف ثابت ہو گا..... آپ خاص نمبر ختم کئے بغیر یہ نہیں جان سکیں گے۔
☆ اور جب یہ بات جان لیں گے تب.....

☆ تب کے بعد کچھ نہ پوچھیں۔
☆ جی ہاں! ایسا بھی ہوتا ہے..... جیسا اس خاص کو لکھتے ہوئے میرے ساتھ ہوا۔
☆ سیاہ اور سفید انسانوں سے ملئے۔
☆ وہ سیاہ اور سفید کیوں ہو رہے تھے؟
☆ اور جب انسپکٹر جمشید کے قریبی ساتھی سیاہ اور سفید ہو گئے۔
☆ یہی نہیں..... جب انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کو سیاہ اور سفید دیکھا۔
☆ انتہا تو اس وقت ہوئی جب انسپکٹر جمشید وغیرہ کے رنگ بھی بدل گئے۔
☆ ڈاکٹر بھوتانی سے ملئے..... ایک پراسرار ترین شخص۔
☆ ہوٹل مون لائٹ میں پراسرار سرگرمیاں۔
☆ ان سرگرمیوں کا مقصد کیا تھا..... وہاں کیا چکر چل رہا تھا۔
☆ انہیں شک گزرا کہ کہیں گبران اور شارا جیل سے باہر تو نہیں نکل آئے اور یہ سرگرمیاں ان کا کام تو نہیں ہے۔
☆ اس شک کی بنیاد پر انہوں نے جیل کا معائنہ کیا' جیل کی کوٹھری میں گبران اور شارا صاف نظر آئے۔
☆ ایک شخص بوم کا پراسرار قتل..... وہ بھی ان کے سامنے۔
☆ انسپکٹر جمشید' انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کو مدد کے لئے جانے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔
☆ انسپکٹر کامران مرزا ان تک پہنچنے کے لئے روانہ ہوئے' لیکن..... عجیب ترین حالات کا شکار ہو گئے۔
☆ شوکی برادرز بھی گھر سے نکلے' لیکن ان کے راستے میں بھی پراسرار رکاوٹ موجود تھی۔
☆ کیا وہ ان رکاوٹوں کو دور کر سکے..... کوئی کارنامہ انجام دے سکے؟

☆ وہ ساری سازش تھی کیا.... اس کے پیچھے کس کا دماغ کام کر رہا تھا؟

☆ اور وہ لوگ جو اس سازش کو آگے بڑھا رہے تھے.... آخر کیا چاہتے تھے؟

☆ جب یہ بات آپ کے سامنے آئے گی تو آپ دھک سے رہ جائیں گے.... آپ کی
گم ہو جائے گی۔

☆ آپ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ جائے گا۔

☆ تینوں پارٹیاں مکمل طور پر ناکام.... چار بڑے مجرم انہیں صاف طور پر شکست د
دے گئے۔

☆ اس قدر زبردست شکست انہوں نے بہت کم کھائی تھی۔

☆ ہر قدم پر اس قدر حیرت کہ آپ کو بہت کم ناولوں میں اس قدر حیرت ہوئی ہوگی۔

☆ اور جب حیرت پر حیرت تابڑ توڑ انداز میں ہوگی تو آپ خود سوچیں آپ کا کیا حال
ہوگا۔

☆ مجرموں کے ہاتھوں آپ کے پسندیدہ کردار اس قدر پریشان، اس قدر گھن چکر، اس
قدر مشکل میں کہ کیا کبھی ہوئے ہوں گے۔

☆ مجرموں کی تمام تر چالوں کا جواب آپ کے کرداروں نے کس طرح دیا۔

☆ ہر چال کے بدلے میں ایک جواب اور ہر جواب لاجواب.... آپ سر دھنتے
رہ جائیں گے۔

☆ محمود، فاروق اور فرزانہ کو جب قدم قدم پر حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔

☆ آفتاب، آصف اور فرحت نے جب حالات کے بھنور میں چکر پہ چکر کھائے۔

☆ شوکی برادرز کی بوکھلاہٹیں۔

20 دسمبر کو پڑھیے۔ قیمت صرف 100 روپے

کتاب منزل، 3۔ عابد مارکیٹ، نزد شادمان روڈ ساندہ کلاں۔ لا

ISHTIAQ AHMED

ISHTIAQ AHMED

ANDAZ PUBLICATIONS